رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵ THE ALFAZL QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

قیمت فی پرچہ ۱/

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح - فتنہ ارتداد اور جماعت احمدیہ ص۱
نبوت مسیح موعود ص۳
فتنۂ ارتداد سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔ ص۷
خطبہ جمعہ (بشارات و ہندوؤں میں تبلیغ اسلام) ص۸
اشتہارات ص۱۱
ایک کروڑ مسلمان کی تعداد کی چوکھٹ
ضمیمہ

ایڈیٹر: غلام نبی ۔ انچارج - مہر محمد خان

نمبر ۷۴ | مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۳ء | یوم دو شنبہ | مطابق ۷ شعبان ۱۳۴۱ھ | جلد ۱۰

مدینۃ المسیح

ہمارے وفد تبلیغ کی طرف سے جو ملکانہ قوم میں کام کر رہا ہے ۲۳ مارچ کو ۲۰ آدمیوں کی طلبی کا تار موصول ہونے پر اسی وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے احباب قادیان کو مسجد مبارک میں فوراً طلب فرمایا اور تقریر کی کہ ہمیں فوراً ۲۰ مبلغوں کی ضرورت ہے۔ جو آج ہی عصر کے بعد راجپوتانہ میں روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ مسجد میں موجودہ احباب میں سے ساٹھ ستر نے اپنے نام پیش کئے جنمیں سے حضور نے ۲۲ کو منتخب فرمایا۔ جو آج ہی بعد نماز عصر زیر امارت حضرت مولانا شیخ عبد الرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ روانہ ہو گئے ہیں۔ اسی وفد میں برادرم جناب منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل بھی ہیں۔ اس وفد کے ارکان کے اسماء مع حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کے آئندہ اشاعت میں درج ہونگے۔ انشاء اللہ ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ اس وفد کو شامل کر کے بفضلہ اللہ ہمارے سینتالیس ۴۷ آدمی اس علاقہ میں ہو جائینگے

فتنۂ ارتداد اور جماعت احمدیہ

احمدی مبلغین کے ذریعہ ایک گاؤں ارتداد سے بچ گیا

مکرم جناب چودھری فتح محمد صاحب ایم اے امیر تبلیغی وفد راجپوتانہ کا حسب ذیل برقی پیغام موصول ہوا ہے:۔

"آگرہ شہر ۲۰ مارچ۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور احمدی مبلغین کی مساعی حسنہ سے قریہ "سکھرا" فتنۂ ارتداد سے بچ گیا ہے۔ اس گاؤں کے سرداروں کے خاندانی کاغذات کے معائنہ اور ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۶۵ھ میں ان کے آباؤ اجداد مذہب اسلام میں داخل ہوئے تھے اور نگ زیب علیہ الرحمۃ پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے ان ملکانہ راجپوتوں کو بجبر داخل اسلام کیا تھا۔ بالکل غلط ہے۔"

فتح محمد سیال ایم اے

معاصر وکیل اور مولوی ثناء اللہ

ہمعصر "وکیل" نے اپنے ایک نوٹ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو فتنۂ ارتداد کے روکنے کی طرف توجہ دلائی تھی (یہ نوٹ ۲۰ مارچ ۱۹۲۳ء کے الفضل میں شایع ہو چکا ہے) اس کے جواب میں مولوی صاحب نے جماعت احمدیہ کو اندرونی بغاوت قرار دیتے ہوئے "وکیل" کو لکھا کہ ایک سالار فوج کی پہلی

لڑتا ہو۔ جب اندرون ملک بغاوت کی خبر سُنے۔ تو ضرورتاً اس کام کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے۔"

معلوم نہیں۔ مولوی ثناء اللہ سالار بنکر کونسے دشمنوں کی سرحد پر لڑتا رہتا ہے۔ کیا وہی دشمن تو نہیں۔ جو ہزار ہا مسلمانوں کو مرتد کررہے ہیں۔ اور مولوی صاحب کو ابھی تک ان کے سامنے جانے کی بھی جرأت نہیں ہے۔ ایسے سالار فوج کی فوج کو ہزیمت کے سوا اور کیا حاصل ہو سکتا۔

معاصر "وکیل" نے مولوی ثناء اللہ کے مندرجہ بالا عذر گناہ بدتر از گناہ کو مدنظر رکھ کر ۱۴ مارچ کے پرچہ میں ایک مفصل لیڈنگ آرٹیکل لکھا جس کی چند سطور حسب ذیل ہیں:۔

"اگر آریہ معاصرین کی اطلاعات اصلیت پر مبنی ہیں تو اس وقت تک۔۔ دو ہزار کے قریب مسلمان توحید سے منہ موڑ کر ہندو مذہب کے حلقہ بگوش بن چکے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ چند احمدیوں سے یہ کہلوانے کی کوشش کرنا کہ وہ میرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتے یا دوسرے مسلمانوں کو کافر نہیں جانتے زیادہ قیمتی اور اہم بات ہے یا یہ زیادہ ضروری ہے کہ جو کثیر التعداد لوگ بالکل دائرہ اسلام سے خارج ہوتے جاتے ہیں۔ اور دیگر مذاہب کا بآسانی شکار ہوتے جاتے ہیں۔ ان کو کفر و الحاد کے منہ سے بچالیا جائے؟ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ معمولی حالات میں اسمیں کچھ حرج نہیں ہے کہ مختلف مذہبی فرقے تحقیق حق اور اسلام کے استحکام کی غرض سے دوسرے فرقوں کے ساتھ جن کو وہ اپنے خیال میں برسرحق نہیں سمجھتے بطرز معقول مذہبی مباحث کے لئے اپنے وقت کا کچھ حصہ صرف کریں۔ لیکن اس قسم کے غیر معمولی حالات میں جیسے کہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ اندرونی جھگڑوں پر اپنی تمام طاقتیں صرف کر دینا کہاں تک مناسب اور جائز ہو سکتا ہے..... ۔۔ لہذا علمائے کرام کو سوچنا چاہیئے۔ کہ کونسی بات اس موقع پر زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ خود "اندرونی بغاوت" کی کیا کیفیت ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان "باغیوں" نے اپنے مبلغین کی ایک کثیر تعداد حلقہ ارتداد کی طرف اس غرض سے روانہ کی ہے..... کہ جو مسلمان اسلام سے منحرف ہوئے جاتے ہیں۔ انکو اس مصیبت سے بچالیا جائے۔ ہماری رائے میں اگر "باغیوں" کی سرکوبی ہی پیش نظر ہے۔ اور ان کو شکست دینا ضروری ہے۔ تو مقابلہ میدان ارتداد میں ہونا چاہیئے۔ اگر یہ "باغی" دس آدمیوں کو مرتد ہونے سے بچائیں۔ تو علمائے اسلام اُن کے مقابلہ میں بیس کو بچائیں۔ اگر "باغی" سو مسلمانوں کو آریہ حضرات کے چنگل سے بچالیں۔ تو علمائے اسلام کوشش کریں کہ وہ دو سو مسلمانوں کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس طرح "باغیوں" سے مقابلہ بھی ہوتا رہیگا۔ اور "سرحدی فتنہ" کا مسئلہ بھی ساتھ کا ساتھ طے ہوتا جائیگا ؂

آریوں کا مقابلہ جماعت احمدیہ قادیان ہی کر رہی ہے

مدرسہ دیوبند کے مہتمم نے فتنہ ارتداد کے متعلق چندہ کی جو اپیل اخبارات میں شائع کرائی ہے۔ اُسے درج کرتے ہوئے معاصر "مشرق" (۱۵ مارچ) لکھتا ہے:۔

"ہماری رائے میں اگر جماعت احمدیہ قادیان سے اُٹھ کھڑی ہوئی تو تمام انجمنوں کا کام اس کے سامنے پست ہو جائیگا۔ یہ ایک پیشگوئی نہیں ہے۔ بلکہ اب تک اس کے مساعی جو دیکھے گئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ کے خلاف جتنا پاکیزہ لٹریچر قادیان میں جمع ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی کہیں اور نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ ہمارے علماء نے آریہ کے خلاف کچھ لکھا نہیں۔ بہت لکھا گیا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے۔ اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے۔ وہ اس زمانے میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی"

معلوم ہوتا ہے۔ فتنہ ارتداد کے رد کرنے کے متعلق ہم نے جو کوشش شروع کی ہے۔ معاصر موصوف نے انکا علم ہونے سے قبل یہ سطور قلم بند کی ہے۔ اور اب وہ سُنکر بہت خوش ہوگا۔ کہ ہمارے ایک وفد نے اس علاقہ میں پہنچکر کام شروع کر دیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے کامیابی ہو رہی ہے۔ اور دوسرا وفد بھی آج روانہ ہو گیا ہے الحمد للہ

جماعت احمدیہ کا جوش و ایثار

معاصر ہمدم (۱۸ مارچ) لکھتا ہے:۔

"جناب میرزا محمود احمد صاحب مقتدائے جماعت احمدیہ قادیانی کا ایک طویل مطبوعہ اعلان ہم کو پہنچا ہے جس میں آریوں کی "پُرانی" (۱۰۰) سالہ کوششوں کے باوجود ان کے "دس لاکھ روپے کے مطالبہ" کا حوالہ دیکر "مسلمانوں کو یہ کام کرنے کے لئے بیس۲۰ لاکھ روپیہ کی ضرورت جتائی گئی ہے۔ اور ۱۹ لاکھ روپیہ مسلمانان ہند کی دیگر جماعتوں کی طرف سے جمع کئے جانے کی صورت میں جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے پچاس ہزار روپیہ اور تیس مبلغ اس کام کیلئے دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ "جن کے اخراجات وہ (جماعت احمدیہ) اس موعودہ رقم میں سے خود برداشت کریگی...... اور اگر اس رقم سے زیادہ خرچ ہوگا۔ تو بھی وہ خود اپنے مبلغوں کا کل خرچ ادا کریگی۔ ہمیں جماعت احمدیہ کے جوش و ایثار کو دیکھتے ہوئے ان کی طرف سے پچاس ہزار بلکہ اس سے زیادہ روپیہ اس غرض کیلئے فراہم ہو سکنے کا قریب قریب یقین و اعتماد ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ دیگر مسلمانوں سے ۱۹ لاکھ تو کجا ایک لاکھ روپیہ بھی حالات موجودہ میں چند ہفتہ کے اندر جمع ہو جانے کی ہم کوئی "قوی" تو کیا "معمولی" امید بھی ان طریقوں سے نہیں باندھ سکتے۔ جو اسوقت تک اس کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ ہم پر خواہ پست ہمتی و یاس پسندی کا الزام لگایا جائے مگر ہم جمعیۃ علمائے ہند و مجلس نمائندگان مبلغین دونوں کو باواز بلند آگاہ کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر انہوں نے کوئی ایسی امید اپنے دل میں قائم کر رکھی ہیں۔ کہ ان کی ان اخباری اپیلوں یا مطبوعہ اشتہاروں سے لاکھوں روپے کا چندہ منی آرڈروں یا بیمہ شدہ لفافوں کی صورت میں ان کے پاس پہونچ جائیگا اور اس روپے کے ذریعہ سے انہیں راجپوت علاقوں میں دورہ لگا کر وعظ و ارشاد کی مجلسیں قائم یا حال و قال کی محفلیں گرم کرنے کا موقعہ ملیگا۔ تو ان کی یہ توقعات ہرگز ایک نقش برآب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اور ان کو دل میں جگہ دینے سے مسلمان راجپوتوں کے علاوہ خود اپنی قوم کے مزاج و عادات سے انکی افسوسناک ناواقفیت ظاہر ہوتی ہے ؂

جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں میدان عمل میں کون اُترتا ہے؟

شیعہ معاصر ذوالفقار (۱۶ مارچ) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے اعلان کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ احمدیہ جماعت کے امام کا یہ اعلان قابل قدر ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۳ء

نبوت مسیح موعودؑ

(از مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب)

اس مضمون کی تمہید ۱۵ مارچ ۱۹۲۳ء کے پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اب اصل مضمون شروع ہوتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح مولوی محمد علی صاحب دھوکہ دہی کیلئے تحریف سے کام لیتے ہیں۔ اور پھر اس کی بنا پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ علماء سلسلہ احمدیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے بعد نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق عقیدہ بدلا ہے ورنہ پہلے مولوی صاحب کی طرح مسیح موعود کی نبوت یعنی محدثیت ہی مانتے تھے۔ (ایڈیٹر)

میں اس سے پہلے کہ ناظرین کرام کو یہ بتاؤں کہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے دعوے تو یہ کیا ہے کہ جو لوگ آج میاں صاحب کی مریدی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کو محدثیت یا لغوی یا مجازی نبوت سے بالاتر قرار دیتے ہیں۔ وہ حقیقۃ النبوۃ کی اشاعت سے پہلے حضرت مسیح موعود کی نبوت کو اس سے بالاتر نہیں بلکہ بمعنے محدثیت اور لغوی اور مجازی نبوت لکھتے رہے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں سب سے پہلے میرے ایک مضمون کی یہ عبارت لکھتے ہیں:۔

"یہ لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانیوالا۔ دوم عالی رتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے۔ اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں"

حالانکہ اس عبارت منقولہ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا بالکل ذکر نہیں۔ نہ صراحتاً اور نہ اشارتاً۔ پس جب آپکا ذکر تک نہیں۔ تو پھر اس عبارت سے یہ دعویٰ کس طرح ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت بمعنے محدثیت یا لغوی یا مجازی ہے۔ اور اگر بغیر ذکر کے یہ ثابت ہو سکتا ہے۔ تو پھر آپ کو یہ بھی کہنا اور لکھنا چاہیئے۔ کہ اس عبارت سے یہ ثابت ہوا۔ کہ آدم سے لیکر آج تک کسی نبی کی بھی نبوت بجز نبوت بمعنے محدثیت اور لغوی یا مجازی کے نہیں ہوئی۔ خواہ وہ نوحؑ ہوں۔ یا ابراہیمؑ یا موسیٰؑ یا عیسےٰؑ۔ خواہ سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہم اجمعین ہوں۔ کیونکہ عدم ذکر میں سب کی نسبت مساوی ہے۔ پھر اس کے بتلانے سے پہلے کہ اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حقیقۃ النبوۃ کی اشاعت سے پہلے بلکہ اسی ۱۹۱۱ء میں ۲۵ مئی کے بدر میں میرا مضمون چھپا ہوا ہے جس کا عنوان ہے۔ "النبوۃ بعد نبینا محمد خاتم النبیین" جس میں پہلے پانچ دلیلیں اس دعوے کے اثبات میں لکھی ہیں۔ اور اخیر میں خاتم النبیین اور لانبی بعدی کے دو عذروں کا جواب دیا ہے۔ جو کہ مخالفین ان دلائل کے خلاف پیش کیا کرتے ہیں۔ پس اول تو یکجائی اجمالی نظر ڈالنے سے ہی صاف اور واضح طور پر اس مضمون سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مضمون نگار شرعی اور اصلی نبوت آنحضرتؐ کے بعد ثابت کر رہا ہے۔ نہ کہ نبوت بمعنی محدثیت اور نہ لغوی اور مجازی نبوت۔ کیونکہ مخالفین بھی آیۃ خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی۔ لغوی مجازی نبوت یا بمعنے محدثیت کی نفی میں نہیں پیش کرتے۔ بلکہ اصلی اور شرعی نبوت کے خلاف ہی پیش کیا کرتے ہیں۔

مگر اس سے بڑھ کر ہم ایسی صاف اور کھلی عبارت دکھلاتے ہیں۔ کہ جسمیں کسی بہتان لگانے والے کو کسی طرح چون و چرا کی ذرہ بھر بھی گنجائش نہ ہو۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ کہ عنوان بالا کے نیچے ثبوت نمبر اول لکھا ہے۔ "اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم الی قولی۔ قوم میں سے انبیاء کا مبعوث ہونا اور بادشاہ بننا ضروری ہوا۔" اس کے بعد میں نے ایک سوال اور اس کا جواب لکھا۔ اور ان دونوں کے پڑھنے سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ اس وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کن معنوں کے لحاظ سے مانتا تھا۔ اور وہ یہ ہے:۔

نبوت مسیح موعود کے متعلق ایک سابقہ حوالہ

یہاں پر ایک سوال وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اور اس زمانہ سے پہلے اس امت محمدیہ میں بادشاہ تو ضرور ہوئے ہیں۔ پر نبوت کا دعوےٰ کسی نے نہیں کیا۔ اور اس زمانہ میں ایک مدعی نے نبوت کا دعویٰ تو کیا۔ پر اسلامی بادشاہت نہایت ضعف میں ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس سورۃ میں یہ دعا دو امر کی مقتضی ہے۔ اور اب تک کسی زمانہ میں یہ دونوں امر مجتمع نہیں ہوئے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس کا جواب دیں۔ پہلے یہ بتانا ضروری خیال کرتے ہیں کہ یہاں پر یہ بتا دیں کہ نبوت کس کو کہتے ہیں یہ عبرانی اور عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ اللہ کریم سے خبر پانا۔ اور اس کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہونا۔

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک انعام اسی وقت انعام بنتا ہے کہ اس کی ضرورت بھی ہو۔ اور اگر ضرورت نہ ہو۔ تو پھر وہ لغو یا مضر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جس قدر انعام بڑا ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کے لئے اشد ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اہل اسلام کو جسمانی زندگی اور روحانی زندگی کی ضرورت ہے اور اول ابدان۔ اموال۔ اعراض کی حفاظت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری عقاید۔ اعمال اخلاق کی حفاظت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ حیات جسمانی کے لئے جن تین چیزوں کی ضرورت ہے (یعنی ابدان۔ اموال۔ اعراض) ان کی حفاظت سلطنت ہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جن کی حفاظت حیات روحانی میں ضروری ہے (یعنی عقائد۔ اعمال۔ اخلاق) ان کی حفاظت نبوت کے ساتھ ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ میں چونکہ ابدان۔ اموال۔ اعراض پر بیرونی حملے تھے۔ اور ان تین چیزوں کی حفاظت کی ضرورت اشد پڑی ہوئی تھی۔ لہذا اس زمانہ میں خداوند کریم نے ان دو امروں میں سے وہ امر عنایت فرمایا۔ جو کہ ابدان۔ اموال اور اعراض کی حفاظت کا کافی ذریعہ ہے۔ اور وہ سلطنت ہے۔ اور عقائد

اعمال۔ اخلاق کی حفاظت بھی ضروری چیز ہے۔ پر اس زمانہ میں ان کا چنداں خطرہ نہ تھا۔ لہذا اس زمانہ میں وہ امر انعام نہ کیا۔ جو کہ عقاید۔ اعمال۔ اخلاق کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور یہ وہ اعلیٰ درجہ کا مکالمہ الٰہیہ ہے جس کو نبوت کہتے ہیں۔

اور اس آخری زمانہ میں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یعنی ایمان۔ اموال۔ اعراض پر تو چنداں حملہ نہیں۔ کہ جن کی حفاظت کی اشد ضرورت ہوتی۔ اور اس کی وجہ سے وہ مقتدر سلطنت انعام ہوتی۔ جو کہ ان تین امور کی حفاظت کے لئے کامل ذریعہ ہے۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں عقاید اعمال اور اخلاق پر ایک طوفان آیا ہوا ہے۔ جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد نظیر نظر نہیں آتی۔ لہذا ان کی حفاظت کے لئے خداوند کریم نے اس زمانہ میں وہ امر انعام کیا۔ جو کہ ان کی حفاظت کا کافی ذریعہ ہے۔ اور وہ نبوت ہے۔ پس چونکہ پہلے زمانہ میں سلطنت کی اشد ضرورت تھی۔ لہذا وہ اعلیٰ درجہ کی دی۔ اور نبوت کی اشد ضرورت نہ تھی۔ تو اگرچہ الہام سے بعض بندوں کو کم و بیش مشرف بھی کیا۔ پر نبوت کا انعام نہ کیا اور اس زمانہ میں چونکہ نبوت کی اشد ضرورت تھی لہذا وہ انعام فرمائی۔ لیکن سلطنت کی چونکہ اشد ضرورت نہ تھی۔ لہذا وہ اعلے درجہ کی عنایت نہیں کی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جن پہلے منعم علیہم کے طرز کا انعام مانگنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے اور یہ بھی یاد ہے۔ کہ ولایت اور نبوت میں قلت و کثرت کا اور قوت و فعل کا فرق ہے۔"

اب ناظرین اس سوال اور جواب پر نظر ڈالکر خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں نے اس آخری زمانہ کے مدعی نبوت کی نبوت کو بمعنے محدثیت یا لغوی یا مجازی نبوت (جو کہ اس زمانہ سے پہلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے سب محدثین اور مجددین میں پائی جاتی ہے) کہا ہے یا کہ اصلی اور شرعی نبوۃ تسلیم کیا ہے۔ جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور اس مدعی نبوت (یعنی سیدنا حضرت المسیح الموعود) سے پہلے کسی محدث اور کسی مجدد کو نہیں ملی بلکہ سوائے المسیح الموعود کے درمیان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کسی کو نہیں ملی۔

مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج

یہ بالکل صاف اور واضح بات ہے۔ اور اسی بنا پر میں جناب مولوی محمد علی صاحب کو یہ چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ دیدہ و دانستہ دوسروں کی عبارتوں کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اور موڑ تروڑ کر لوگوں کو دھوکا نہیں دیتے۔ تو پھر میری اس عبارت کو نبوت بمعنے محدثیت یا لغوی یا مجازی نبوت پر چسپاں تو کر کے دکھائیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ وہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔

پھر یہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ دعوے تو امیر قوم اور امیر المؤمنین ہونے کا کرنا اور دوسروں پر افترا کرنے میں سب سے بڑے مفتریوں کے بھی کان کترتے۔ مولوی صاحب میں سچ کہتا ہوں آپ اپنی اس روش اور طریق سے بجائے فائدہ اٹھانے کے اپنی پہلی معمولی حیثیت بھی لوگوں کے دل و دماغ سے دھو رہے ہیں۔ مولوی صاحب اگر غصہ اور طیش اور غضب کی وجہ سے جناب کو میری یہ بات پسند نہ آئے۔ تو آپ خدا کے لئے میرے اس ۲۵ مئی ۱۹۱۱ء کے مضمون مندرجہ اخبار بدر کو لیکر جناب سر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب یا کسی اور اہل علم اپنے دوست کے پاس جائیں۔ اور یہ مضمون اس کو پڑھا کر پھر اپنا اتمام حجت نمبر ۱ اس کے ہاتھ میں دیں۔ اس کو قسم دیکر پوچھیں۔ کہ کیا اس مضمون کے ہوتے ہوئے سرور شاہ کی نسبت میرا یہ لکھنا صحیح ہے۔ کہ حقیقۃ النبوۃ کی اشاعت سے پہلے۔ اس کا یہی اعتقاد تھا۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود کی نبوت بمعنے محدثیت یا لغوی اور مجازی نبوت تھی۔ اور شرعی اور اصلی یعنی حقیقی بمقابلہ مجازی مذکور نہ تھی۔ بلکہ یہ اعتقاد حقیقۃ النبوۃ کی اشاعت کے بعد ہوا ہے۔ نہ اس سے پہلے اگر وہ کہدیں۔ کہ ہاں جناب آپ کا یہ لکھنا صحیح ہے۔ تب تو آپ سمجھ لیں۔ کہ آپ کا یہ مفتریانہ طریق آپ کے لئے مفید ہے۔ اور اگر وہ کہدیں۔ کہ جناب کا ایسا لکھنا ہرگز صحیح نہیں۔ تو پھر جناب یقین فرمائیں۔ کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے اور ایک امیر قوم کہلانے والے شخص کی شان سے بالکل بعید ہے۔ کہ اس ناپاک اور سخت مضر طریق کو اختیار کرے۔ بلکہ دور جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جناب اپنے پڑوسی اور اپنی جماعت کے معزز ممبر اور اپنے مرید (بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو آپ کا مرید تسلیم یا تجویز کرتے ہوں) مکرمی جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سے (جن کے دل میں ابھی خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا اس قدر اثر باقی ہے۔ کہ وہ باوجود اس طوفان بے تمیزی کے مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو ضروری خیال کرتے ہیں) یا جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب سے ہی بطریق مذکور دریافت کر لیں۔ ہاں میں جناب کو اسقدر تکلیف دینے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ ان حضرات کے جواب باصواب سے مجھے بھی ضرور مطلع فرماویں ۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء کے اس مضمون کا کیا مطلب ہے جس کا ایک ٹکڑا آگے پیچھے سے کاٹ کر مولوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ اور باوجودیکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اشارتاً تک نہیں۔ اور پھر بھی آپ نے اس سے یہ دکھانا چاہا ہے۔ کہ اس زمانہ میں سرور شاہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو بمعنے محدثیت یا لغوی یا مجازی مانتا تھا ۔

نبوت شرعی اور لغوی

اصل بات یہ ہے کہ ایک نبوت شرعی ہے۔ اور دوسری لغوی یا بمعنے محدثیت اور

مجازی اور دونوں کے معنوں میں خدا کی طرف سے خبر دیا جانا ماخوذ ہے قاموس میں ہے :-

والنبیُّ المخبر عن اللہ تعالٰے۔

البتہ دونوں میں باعتبار قلت اور کثرت وکیفیت وکمیت فرق ہے۔ یعنی اول میں ایک خاص حد کی کثرت شرط ہے جو دوم میں نہیں ہے۔ نیز اس کی خبریں قوموں کی تباہی وکامیابی کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور زمانہ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اور چونکہ خداوند تعالٰے نے کثرت کی وہ حد بیان نہیں کی۔ اس لئے انسانوں کو اس حد کثرت تک اخبار الٰہیہ کے کسی خاص شخص میں موجود ہونے کا علم اس سے ہوتا ہے۔ کہ خدائے علیم وخبیر اس شخص کو اپنے الہام اور کلام میں نبی فرما دے۔ پس جس میں مکالمہ الٰہیہ اور اخبار الٰہیہ اس حد کثرت تک موجود ہوں۔ اور خداوند کریم اپنے کلام میں اس کو نبی کے لقب سے یاد فرمائے وہ شرعی نبی ہے۔ اور جس میں مکالمہ اور اخبار الٰہیہ تو ہوں مگر اس حد کثرت تک نہ ہوں۔ اور کلام اللہ میں اس کو نبی کے عظیم الشان لقب کے ساتھ ملقب نہ کیا گیا ہو وہ لغوی وغیرہ نبی ہے۔ اور شرعی نبی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت المسیح الموعود علیہ التحیۃ والتسلیمات سے پہلے اور حضرت سید الرسل وخاتم النبیین علیہ افضل التحیات والتسلیمات کے بعد جسقدر مجددین اور محدثین ہوئے ہیں۔ ان میں مکالمہ الٰہیہ اور اخبار الٰہیہ پائے تو جاتے ہیں۔ مگر نہ اس حد کثرت سے اور نہ کلام الٰہیہ میں ان کو نبی سے ملقب کیا گیا ہے۔ لہذا وہ لغوی وغیرہ نبی تو ہیں۔ پر شرعی نبی نہیں۔ اور سیدنا حضرت المسیح الموعودؑ میں چونکہ مکالمہ مخاطبہ اور اخبار الٰہیہ غیبیہ اس حد کثرت کے موجود ہیں اور کلام الٰہی میں آپ کو ملقب بلقب نبی و رسول اللہ کہا گیا ہے۔ لہذا آپ یقیناً شرعی نبی ہیں۔ اور میرے ۲۵ مئی کے مضمون میں صاف صاف یہ مذکور ہے۔ اور اس کو جب اس عبارت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو اس کے یہ معنے صاف اور واضح طور پر بلا تکلف اور بدون کسی تاویل اور ہیر پھیر کے مفہوم ہو جاتے ہیں کہ

"لفظ نبی) کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں اول (لغوی جو کہ شرعی اور حقیقی معنوں کی نسبت مجازی ہیں۔ جیسے کہ دعاء مطلق جو کہ لفظ صلوۃ کے شرعی اور حقیقی معنوں کے مقابل جو کہ بمعنے عبادت مخصوص ہیں لغوی اور مجازی ہیں۔ اور جو کہ مصداق محدثیت ہیں یعنی) اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا یعنی جس میں وہ حد کثرت مکالمہ واخبار غیبیہ شرط نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ خدا اس کو نبی کہے۔ اور ان معنوں والی نبوت سب محدثین اور مجددین میں پائی جاتی ہے۔) دوم (جو کہ شرعی ہیں اور لغوی مجازی کے مقابل حقیقی معنے ہیں۔ یہ وہ) عالی رتبہ شخص جس کو اللہ تعالٰے بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے۔ اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے (یعنی جس میں وہ حد کثرت مکالمہ واخبار الٰہیہ شرط ہے۔ جس کو بجز علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جس کے لئے ضروری اور نہایت ضروری ہے۔ کہ خداوند تعالٰی اپنے کلام میں اس کو نبی کے عظیم الشان لقب سے ملقب کرے۔ اور ان معنوں کی رو سے کوئی مجرد محدث اور مجدد نبی نہیں ہے۔ اور سوائے ان شرعی انبیاء ورسل کے کہ جن کا ماننا ایمان کے لئے ضروری شرط ہے۔ اور کوئی نبی نہیں۔ نہ ہے۔ نہ کہلا سکتا ہے"

پس اس عبارت میں بلا چون وچرا اور بدون شک و شبہ نبی کے دو معنے بتائے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک لغوی اور مجازی ہیں۔ اور دوم شرعی اور حقیقی ہیں۔ اور جمیع محدثین اور مجددین میں ان دونوں میں سے محض لغوی اور مجازی نبوت کے پائے جانے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ نہ شرعی اور حقیقی کا۔ پس اس عبارت سے کسی طرح یہ مفہوم نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ میں بھی ان دو لغوی اور شرعی اور مجازی اور حقیقی معنوں میں سے لغوی اور مجازی ہی معنے پائے جاتے ہیں۔ نہ شرعی اور حقیقی۔ اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ کوئی لفظ یا فقرہ اس منقولہ عبارت میں ایسا نہیں ہے۔ جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو۔ اور میں اس کا بھی مولوی صاحب کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ آپ کوئی فقرہ اس منقولہ عبارت سے دکھائیں۔ کہ المسیح الموعودؑ میں ان دو معنوں میں سے لغوی اور مجازی معنوں والی نبوت ہے نہ دوسرے معنوں والی جو کہ شرعی اور حقیقی ہے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ وہ عاجز رہیں گے۔ اور اس منقولہ عبارت سے کوئی ایسا لفظ یا فقرہ ہرگز نہیں بتا سکینگے۔ گو ان کو امارت مزعومہ کی برکت سے ہیرا پھیری اور بے اصل دعاوی میں کیسا ہی ید طولی کیوں نہ حاصل ہو۔ مولوی صاحب غصہ نہ ہونا۔ اگر کسی اور کے آگے یہ معاملہ پیش کرنے سے شرم آتی ہو۔ تو کم از کم اپنے ہر دو پڑوسی جناب ڈاکٹر صاحبان کے ہاتھ میں یہ عبارت دیکر ان سے دریافت فرمالیں کہ کیا اس منقولہ عبارت میں کوئی ایسا لفظ یا فقرہ ہے کہ جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو۔ کہ حضرت المسیح الموعود میں ان دو معنوں میں سے لغوی اور مجازی ہی موجود ہیں۔ نہ دوسرے جو شرعی اور حقیقی ہیں۔

دوم :- حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے آپ پر تمام نبوتوں اور نبیوں کے کمالات کا خاتمہ ہے۔ اب آپ کے بعد وہی نبی ہو سکتا ہے۔ جو جامع جمیع کمالات انبیاء ہو۔ اور محمدی نبوت کو اپنے آئینہ ظلیت میں منعکس رکھتا ہو۔ پس یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک مجدد وماموران انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ مگر باوجود اس کے وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے بعد معیار نبوت بلند ہے اور اب صرف محمدی نبوت کا دور دورہ ہے۔ اس لئے وہی نبی کہلا سکتا ہے۔ جو جامع جمیع کمالات محمدیہ ہو۔ پس میرا یہ کہنا کہ تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں" ان مجددین کو شرعی اصطلاح کا نبی نہیں بنا دیتا۔ کیونکہ کوئی اب نبی نہیں ہو سکتا۔ جب تک فنا فی الرسول کے مدارج کو طے کر کے محمدی نبوت کو اپنے اندر نہ لے۔ اور سب انبیاء سابقین کے کمالات کا جامع نہ ہو۔

مولوی محمد علی کے پیش کردہ حوالہ کی حقیقت

اب میں بتاتا ہوں کہ اسی مضمون ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء میں میں نے سیدنا المسیح الموعودؑ کی شرعی نبوت کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مگر باوجود اس کے امیر القوم نے اسی مضمون کا ایک ایسا ٹکڑا نقل کر کے

کہ جس میں حضرت المسیح الموعودؑ کا ذکر اشارۃً کنایۃً کسی طرح نہیں۔ یہ ادعا کر دیا کہ دیکھو اس عبارت میں سرورشاہ نے المسیح الموعودؑ کی نبوت کو لغوی مجازی اور بمعنے محدثیت بیان کیا ہے۔

۱۰ فروری ۱۹۱۱ء کا میرا مضمون یوں مندرج ہوا ہے "ہم بھی تو یہی مانتے ہیں۔ کہ نبوت حضرت نبی کریمؐ پر ختم ہو گئی۔ اور آپ نبوت کے کمال معراج تک کامل طور پر پہنچے۔ اور ہر قسم کے کمالات آپ کی ذات مبارک پر ختم ہو گئے کوئی آپ کی برابری کا دم نہیں مار سکتا۔ خاتم النبیین کے لفظ سے لوگوں کو بڑی ٹھوکر لگی ہے۔ آیۃ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آپ غور کریں۔ اور دیکھیں کہ اگر خاتم النبیین کے صحیح معنے یہ ہیں کہ حضرت نبی کریمؐ پر نبوت کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ تو اس آیت میں اس جملہ کے فرمانے کا موقع اور محل کیا تھا؟ خاتم النبیین سے بالاتفاق اعزاز مقصود ہے۔ مگر کیا آپ نے کبھی سوچا ہے۔ کہ کسی سلسلہ انعامات کے محض اخیر پر آنے میں کونسا اعزاز ہے۔؟ انبیاءؑ کے مختلف مدارج ہوا کرتے ہیں۔ پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو نئی شریعتیں لائے۔ اور دوم وہ جو صاحب شریعت نبیوں کے مددگار تھے۔ یا جنہوں نے موجودہ شریعتوں کی تائید اور تجدید کی۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت تھے۔ ہارونؑ آپ کے تابع اور مددگار تھے۔ خود صاحب شریعت نہ تھے اسی طرح حضرات موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے درمیان سینکڑوں نبی محض موسوی شریعت کی تجدید کے لئے آئے۔ اس قسم کے انبیاء کا یہ منصب ہوا کرتا ہے۔ کہ امتداد زمانہ کے بعد وقتاً فوقتاً جو جو غلطیاں اور آمیزشیں دین الٰہی میں داخل ہو جاتی ہیں۔ ان کو اپنے اپنے زمانہ میں الگ کر کے خالص دین الٰہی کو پھر قائم کرتے ہیں۔ امت مرحومہ محمدیہ بھی ایسے فتنوں سے محفوظ نہیں۔ اس لئے اس حبل متین کا وعدہ ہے۔ انا لہ لحافظون چودھویں صدی میں یہ منصب ہمارے اعتقاد میں حضرت مرزا صاحب کو عطا ہوا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"

اب غور فرمائیں کہ خاتم النبیین کے آخر النبیین معنے کرنے کو غلط قرار دیکر دوسرے معنے بیان کرنا جن کی رو سے آنحضرتؐ کے بعد حضور کی امت میں سے نبی آ سکتا ہے۔ کیا یہ اس کی صریح اور بین دلیل نہیں۔ کہ مصنف آنحضرتؐ کے بعد شرعی نبی آنے کا قائل ہے۔ نہ کہ محض لغوی اور مجازی نبی کی آمد کا کیونکہ لغوی اور مجازی نبی کی آمد تو ہر حالت میں ہو سکتی ہے۔ خواہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے ہوں یا کچھ اور ہوں۔ ہاں آخری نبی معنے کرنے سے شرعی نبی کا حضور کے بعد آنا ممنوع ٹھہرتا ہے۔ لہذا صاف صاف ثابت ہوا کہ مصنف حضرت مسیح موعودؑ میں شرعی نبوت ثابت کر رہا ہے۔ اور خاتم النبیین کے ان معنوں کو رد کر رہا ہے۔ جو کہ شرعی نبی کے خاتم النبیین کے بعد آنے کے مانع ہیں۔ اور وہ معنے ثابت کر رہا ہے۔ جو کہ خاتم النبیین کے بعد شرعی نبی کے آنے کے جواز کو مستلزم ہیں۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس میں انبیاء کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ صاحب شریعت اور غیر صاحب شریعت جو کہ صاحب شریعت کے مددگار ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ لغوی اور مجازی نبوت کی دو قسمیں ہیں۔؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یقیناً یہ شرعی انبیاء کی دو قسمیں ہیں۔ اور ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک قسم شرعی نبی ہے۔ نہ لغوی اور مجازی۔ چنانچہ پہلی قسم کی مثال میں حضرت موسیٰؑ اور سید الرسلؐ بتائے گئے ہیں۔ اور دوسری قسم کی مثال حضرت ہارونؑ اور وہ سینکڑوں انبیاءؑ بتائے گئے ہیں۔ جو کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت مسیح تک موسوی شریعت کی تائید کرنے کے لئے آئے۔ اور یہ بالکل ظاہر اور یقینی اور مسلم ہے۔ کہ یہ سب ہی شرعی انبیاءؑ ہیں۔ نہ محض لغوی اور مجازی نبی اور پھر آنحضرت صلعم پر ان دو قسم کے شرعی انبیاء میں سے پہلی قسم (یعنی شرعی صاحب شریعت نبی) کا ختم ہونا بتایا ہے۔ اور دوسری قسم (یعنی شرعی غیر صاحب الشریعت نبی جو کہ صاحب الشریعت کی شریعت کا مؤید اور متبع ہوتا ہے۔) کو آنحضرتؐ کے بعد بھی جاری بیان کر کے سوائے اس کے اس قسم دوم نبوت کے کسی اور شخص مجدد یا محدث وغیرہم میں متحقق ہونے کے ذکر اور اقرار کے خاص حضرت مسیح موعودؑ میں اس شرعی نبی کی دوسری قسم کے پائے جانے کا ذکر بدیں الفاظ کیا ہے۔ کہ چودھویں صدی میں یہ منصب ہمارے اعتقاد میں حضرت میرزا صاحب کو عطا ہوا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"

پس صاف اور واضح ترین طور پر اس سے یہ ثابت ہوا کہ مصنف نے حضرت مسیح موعودؑ کو شرعی نبی کی دو قسموں میں سے دوسری قسم کا شرعی نبی بیان کیا ہے۔ نہ لغوی اور مجازی نبی۔ اور گو عقلاً اس قسم ثانی شرعی نبی کا آنحضرتؐ کے بعد پایا جانا عام ہو۔ مگر اس کا تحقق فقط سیدنا حضرت المسیح الموعود ہی کے وجود باجود میں بیان کیا ہے۔ اور بس۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے۔

"حضرت نبی کریم صلعم کے بعد آپ کے تابع فرمان بندوں میں سے بعض کا منصب نبوت کو پا لینا میرے خیال میں اہل اسلام کیلئے باعث فخر ہے۔ مقام اعتراض نہیں"

پھر میری منقولہ عبارت کے متصل پہلے یہ عبارت ہے

"خاتم النبیین کا منصب آپ کے متبع میں نبوت کے ظہور کا منافی نہیں"

تو کیا ان عبارات سے صاف اور واضح طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ مصنف آنحضرتؐ کے بعد آپ کی امت میں شرعی نبوت کی آمد کا اثبات کر رہا ہے۔ نہ کہ لغوی اور مجازی کا کیونکہ خاتم النبیین کے ساتھ لغوی نبوت کا امتناع کسی نے نہ ثابت کیا ہے۔ اور نہ اس کا ادعا کیا ہے۔ اور نہ واقع میں ہے۔ بلکہ منقولہ عبارت سے پہلے شمس وقمر کی تمثیل بھی لکھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

شمس وقمر کی مثال

کہ جس طرح حیات جسمانی میں سب نباتات وحیوانات اور انسان جسمانی سورج کے اثر کے محتاج ہیں۔ جو کہ ذاتی نور رکھنے والے اجسام کا فرد اعلیٰ ہے۔ مگر اس پر ایک غیبت کا زمانہ آتا ہے۔ کہ اس کا اثر نہیں پہنچ سکتا۔ تو اگر اس زمانۂ غیبت کے لئے اور سورج بنایا جاتا۔ تو فرد اعلیٰ کی یکتائی کے خلاف ہوتا۔ اس لئے ایک ایسا جسم پیدا کیا جو کہ شفاف ہونے میں فرد اعلیٰ ہے جو سورج کا پورا عکس دکھا سکتا تھا۔ اور وہ چاند ہے پس

غیبت شمس کے وقت وہ قمر سورج کی تاثیرات کو پہنچا کر اس نقص کا تدارک کرتا ہے۔ نیز بعض ایسے تاثیرات بھی ہوتے ہیں۔ کہ اکیلے اصل سے حاصل نہیں ہو سکتے لیکن واسطہ کے ذریعہ اسی اصل سے حاصل ہو جاتے ہیں مثلاً سورج بلا واسطہ بارود کو آگ نہیں لگا سکتا۔ مگر وہی سورج آتشی آئینہ کے واسطہ سے بارود کو آگ لگا کر اُڑا دیتا ہے۔ اسی طرح یہ جسمانی سورج سے بعض تاثیرات بلا واسطہ قمر نہیں حاصل ہو سکتے تھے۔ مگر قمر کے واسطہ سے حاصل ہو جاتی ہیں ؛

پس اسی طرح روحانی حیات میں سب روحانی سورج کے محتاج تھے۔ اور سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن کو سورج کی طرح قرآن مجید نے سراج منیر قرار دیا ہے۔ اور اس روحانی سورج پر بھی غیبت کا زمانہ آنیوالا تھا۔ چنانچہ فرمایا :- خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشو الکذب۔ پھر فرمایا۔ بہتر زمانہ میرا ہے اور پھر مہدی کا زمانہ۔ اور درمیان ان کے فیج اعوج ہے۔ لیسو منی ولست منھم۔ نہ وہ مجھ سے اور نہ میں ان سے۔ یعنی نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے۔ اور نہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔ پھر فرمایا۔ پہلے انبیاء کے بعد انبیاء ہی سیاست اُمّت کرتے تھے۔ اور میرے بعد خلافت راشدہ ہوگی۔ جب تک خدا چاہیگا پھر وہ منقطع ہو جائیگی۔ سلطنت ہو جائیگی۔ یہاں تک کہ اخیر میں فرمایا کہ پھر خلافت راشدہ ہو جاویگی۔ اور راوی کہتا ہے کہ پھر حضور چپ ہو گئے۔ یعنے اس خلافت راشدہ کے منقطع ہو جانے کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے وہ بتانا چاہتا ہے۔ کہ وہ تا بقائے دنیا رہیگی۔ پس ان سب حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کے زمانہ کی طرح مہدی کا زمانہ ہوگا۔ بلکہ ایک حدیث میں فرمایا۔ کہ میری اُمّت کی حالت بارش کی سی ہے۔ نہیں معلوم ہوتا کہ اول اس کا بہتر ہے ہے یا آخر۔ بلکہ بعض میں اپنے زمانہ کے مومنین کو اصحابی اور آخری زمانہ کے مومنین کو اخوانی فرمایا ہے۔ اور درمیانہ زمانہ کو فیج اعوج اور بُرا بتایا ہے۔ اور یہ محض اسی وجہ سے ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں آپ کی تاثیر پہنچ رہی تھی۔ اور درمیان میں غیبت کی وجہ سے بند ہو گئی۔ اور اخیر میں پھر مہدی کے واسطہ سے وہ تاثیر پہنچی۔ بلکہ بعض وجوہات سے زیادہ اور زور سے پہنچی ؛

اور اگر کوئی اور روحانی سورج ذاتی کامل نور رکھنے والا آتا۔ تو اس میں اس اعلےٰ فرد کی ہتک تھی۔ لہٰذا ایک روحانی قمر جو اس سورج کا پورا عکس بنا سکتا تھا۔ پیدا کیا۔ جس کا دوسرا نام مسیح اور مہدی ہے اور اس کے ذریعہ سے اس روحانی سورج کا فیض پہنچا کر دنیا کو روحانی حیات سے زندہ کیا یہ ہے خلاصہ اس شمس و قمر کی مثال کا۔ جس کو حضرت مسیح موعود نے خود لکھا ہے ؛

اور ظاہر ہے۔ کہ جس طرح اس جسمانی سورج کا ایک ہی قمر ہے۔ اسی طرح اس روحانی سورج کا بھی ایک قمر ہے جس میں اس کی نبوت منعکس ہو رہی ہے۔ پس یہ مثال بھی بیّن دلیل ہے اس کی کہ جو نبوت مسیح موعود میں ہے وہ شرعی نبوت ہے۔ جو کسی مجدد یا محدث میں ہرگز نہیں ہے۔ پس یہاں تک اقسام نبوت کا ذکر ہے۔ جو شرعی ہے۔ اور بدون کسی محدث وغیرہ کی شرکت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خاص مسیح موعود میں موجود ہے۔ اور اس کے بعد منقولہ عبارت میں لغوی اور مجازی اور بمعنے محدثیت کو ساتھ شامل کر کے درج سے لکھے ہیں۔ یعنی لغوی نبوت کے سب مجددین و محدثین میں علےٰ اختلاف المدارج پائے جانے کا اظہار ہے۔ مگر یہاں پر سیدنا حضرت مسیح موعود کا ذکر نہ صراحتاً ہے اور نہ اشارتاً ہے۔ کیونکہ ان مجددین کے بالمقابل حضور کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اور وہاں پر صاف بتا دیا ہے کہ حضور میں شرعی نبوت کی دوسری قسم موجود ہے ؛

پس اس تصریح کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حقیقۃ النبوۃ کی اشاعت سے پہلے سرور شاہ کا یہ مذہب تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت لغوی۔ مجازی اور بمعنے محدثیت ہے۔ یا یہ کہنا کہ اس عبارت منقولہ میں سرور شاہ نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بمعنی لغوی وغیرہ ہے۔ یہ صریح بہتان اور افترا ہے۔ جو کہ سوائے پیغامی امیر کے اور ہر ایک شریف انسان کی شان سے بعید ہے۔

میں بالآخر اپنے دو چیلنجوں کو پھر یاد دلاتا ہوں۔ اگر لیجئے استاذ بلکہ استاذ الاستاذ کا جواب دینا امیر قوم کی منطق میں اور خصوصاً اس حالت میں کہ جب خود ہی اس کی عبارت کو پیش کر کے دوسروں پر اتمام حجت کرنا چاہا ہو خلاف شان ہو۔ تو براہ مہربانی اپنے کسی متبع کے ذریعہ ہی ان چیلنجوں کا جواب بھجوا دیں۔

فتنہ ارتداد سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں

آج تک جب کبھی مسلمانوں کو اپنے اعمال اور عقائد کی اصلاح و درستی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور ان کی اسلام سے ناواقفیت اور بے تعلقی کو پیش کر کے کہا گیا کہ اس زمانہ سے بڑھ کر اور کونسا نازک زمانہ ان پر آسکتا ہے۔ جبکہ کوئی مصلح پیدا ہو۔ تو اس کے جواب میں یہی کہا جاتا رہا۔ کہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ ہمارے عقائد اور اعمال میں کوئی نقص نہیں۔ ہم اسلام کے صحیح رستہ پر چل رہے ہیں لیکن اب جبکہ لاکھوں مسلمان کہلانیوالے اسلام کو چھوڑ کر آریہ بننے لگے ہیں۔ تو مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے لگی ہیں۔ اور انہیں معلوم ہونے لگا کہ فی الواقعہ ان کے اعمال اور عقائد خراب ہو چکے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہزاروں لوگ مرتد ہونے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ اخبار مدینہ (۱۳ مارچ ۱۹۲۳ء) آریوں کے راجپوتوں کے شدھ کرنے پر لکھتا ہے:-

"ہمیں چیں بجبیں ہونے کا کیا حق ہے۔ ہم تو خود اپنی غفلتوں کے نتائج دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ آپ (شردھانند) کیا ساری دنیا کی طاقت بھی مل کر ایک فرد اسلام کو کافر اور ہندو نہیں بنا سکتی تھی۔ اگر ہمارے اعمال اور عقائد صحیح ہوتے اگر ہم اپنے مذہب پر قائم ہوتے۔ تو یہ خطرہ آج ہمیں درپیش ہے۔ وہ آپ کو پیش آتا۔ اور آپ دیکھتے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا کیفیت نظارہ منظر نظر آ رہا تھا مگر ہمارے نصیب میں یہی تھا کہ ہم اپنی نظروں سے اسلام سے پھرنیوالوں کو دیکھیں نہ کہ اسلام میں داخل ہونیوالوں کو۔"

خدا کرے۔ فتنہ ارتداد سے ہی مسلمانوں کو اپنی مذہبی اصلاح

خطبہ جمعہ

بشارات و ہندوؤں میں تبلیغ اسلام

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء

سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

شدھی کے راستہ میں روک پہلے تو میں اس موجودہ شورش کے متعلق اُس تار کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو وفد کی طرف سے آئی ہے۔ کہ وہ خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ اور اخبارات میں جو یہ تار شائع ہوا ہے۔ کہ راجپوتوں نے جلسہ کر کے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مسلمان ہی رہینگے اس کی تصدیق معلوم ہوتی ہے۔ اس خبر کے یہ معنے نہیں کہ فتنہ ارتداد رک گیا ہے۔ بلکہ اس کام کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ وہ قوم جو اسلام چھوڑ رہی تھی۔ جب یہ شورش پیدا ہوئی۔ تو اس کو خیال ہوا۔ کہ یہ بات معمولی نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ جب وہاں شدھی ہو رہی تھی۔ اور کچھ مسلمان ان کو سمجھانے کے لئے جانے لگے۔ تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ ہم مار ڈالینگے اُس وقت اگر وہ لوگ نہ رکتے۔ ان کو جا کر سمجھاتے۔ اور اگر ایک آدھ مارا بھی جاتا۔ تو ان کو ضرور ادھر توجہ ہوتی کہ کچھ تو بات ہے۔ جس کے لئے یہ جان دیتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو جاتا۔ کہ ہمارا کفر کی طرف جانا معمولی بات نہیں۔ بہرحال وہ رک گئے ہیں۔ پہلے وہ ایک جوش کی حالت میں جا رہے تھے۔ لیکن اب اس حالت میں تھوڑا سا وقفہ پیدا ہو گیا ہے اب جو شخص مذہب تبدیل کریگا۔ وہ پکا ہو گا۔ چنانچہ یہ بھی خبر ہے کہ چھ گاؤں اور تبدیل مذہب کے لئے تیار ہیں۔ اب جو مذہب بدلینگے۔ وہ پکے ہو کر بدلینگے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ آئندہ مقابلہ سخت ہو گا۔ بہرحال وہ جو اندھا دھند تبدیل مذہب پر آمادہ تھے۔ اب اس میں ایک روک پیدا ہو گئی ہے۔ یہ ایک خوشخبری ہے ؛

خوست کے ظالم حاکم پر خدائی قہر کا نزول دوسری خبر جو ہمارے لئے خوشخبری اور دشمن کے لئے عذاب ہے۔ یہ ہے کہ ہمارے مبلغ افغانستان کا خط آیا ہے کہ خوست کا وہ گورنر جس نے بے قصور ہمارے بھائیوں کو پکڑا۔ اور ہزاروں روپیہ وصول کر کے بھی انکو نہ چھوڑا۔ اور ہتھکڑیاں ڈالکر شہر میں تشہیر کی تھی۔ اسے امیر کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کو تمام علاقہ میں تشہیر کیا جائیگا۔ اور رعایا سے پوچھا جائیگا کہ اس نے کس کس کو تکلیف دی ہے۔ یہ ہمارے لئے دوسری خوشخبری ہے۔ اسلئے کہ یہ ان بھائیوں کے متعلق ہے جن کو ہم یہاں سے کوئی مدد نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ یہاں کی حکومت سے باہر ہیں۔ ہم ان کو ان کے دکھوں اور تکالیف میں تسلی نہیں دے سکتے۔ پس اس گورنر کا ماخوذ ہونا ان کے لئے خوشی ہے اور ہمارے لئے یہ دوہری خوشی ہے ؛

تعیین نصب العین اب میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ہمیشہ بڑھنے والی جماعت کو اپنے پیش نظر نصب العین رکھنا چاہیئے جب تک نصب العین سامنے نہ ہو۔ جوش پیدا نہیں ہوتا اگر کسی کام کا ایک ایک حصہ سامنے آئے۔ تو اس کام کی پوری اہمیت سامنے نہیں آ سکتی۔ نہ اس کے لئے جوش اور اخلاص پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر کسی طاقتور انسان کو معلوم ہو۔ کہ اس کا ایک دشمن ہے۔ تو وہ اس کا مقابلہ آسانی کر سکتا ہے۔ اور بغیر مشقت اور تکلیف کے اس کو مار سکتا ہے۔ اس وقت یہ خیال نہیں کریگا کہ میں جلدی کروں لیکن جب ایک شخص کو معلوم ہو کہ میرا ایک نہیں چالیس دشمن ہیں۔ تو وہ اپنی طاقت اور قوت دونوں کو سنبھالیگا۔ اور اگر ایک ایک دشمن ان میں سے اس کے سامنے آئے۔ تو اس سے مقابلہ کرتے ہوئے ۳۹ اور کا بھی خیال رکھیگا۔ جو اس وقت تک پوشیدہ ہونگے۔ اگر ایسا نہیں کریگا تو کامیاب نہیں ہو گا ؛

ہمارے مخالفین ہمارے دشمن کئی قسم کے ہیں۔ ایک غیر مسلم کہلاتے ہیں۔ ہمارے دشمن کے یہ معنے نہیں کہ ہمیں ان سے دشمنی ہے۔ کیونکہ مسلمان کسی کا دشمن نہیں ہوتا۔ ہم تو ان کے خیر خواہ ہی ہیں۔ بلکہ یہ کہ وہ لوگ جہالت سے ہمارے دشمن ہیں۔ یہ لوگ ایک دو نہیں۔ سینکڑوں مذاہب کے لوگ ہیں۔ اگر چھوٹے چھوٹے مذاہب کو چھوڑ دیا جائے۔ تو یہ موٹے موٹے مذاہب ہیں۔ جن کے پیرو ہمارے دشمن ہیں۔ عیسائی ہمارے دشمن۔ ہندو ہمارے دشمن سکھ ہمارے دشمن۔ زرتشتی ہمارے دشمن۔ برہمو ہمارے دشمن بدھ ہمارے دشمن۔ میٹرلسٹ یعنی دہریہ ہمارے دشمن۔ سپرچولسٹ وہ لوگ ہیں۔ جو مردوں کی روحیں بلوا کر اپنے خیال میں صداقت معلوم کرتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے دشمن۔ غرض کوئی مذہب نہیں۔ جس کے پیرو ہمارے دشمن نہوں۔ مگر ہم سب کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ وہ سب خدا کو پالیں۔ لیکن وہ چاہتے ہیں کہ خود بھی خدا سے دور ہیں۔ اور ہمیں بھی خدا سے دور کر دیں۔

اصل جہنم وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں جہنم میں ڈالدیں۔ جہنم وہ نہیں۔ جو عقبیٰ میں ملیگا۔ بلکہ اصل جہنم وہ ہے جو خدا سے دوری کا جہنم ہے۔ کیونکہ اصل جہنم خدا سے دور ہونا ہی ہے۔ اور آخرۃ کا جہنم اس کا نتیجہ ہے۔ پس خدا کا بعد اصل میں جہنم ہے۔ اور لوگ چاہتے ہیں کہ خود بھی اس میں پڑے ہیں اور ہمیں بھی ڈالیں ؛

مسلمانوں کی دشمنی دیگر مذاہب اور ان کی شاخوں کی دشمنی کے علاوہ وہ لوگ بھی ہمارے دشمن ہیں۔ جو مسلم کہلاتے ہیں۔ جب ہم ان کے سامنے حقیقی اسلام پیش کرتے ہیں۔ تو بجائے اسکے کہ وہ اس سے خوش ہوں۔ ہم سے لڑتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ کسی کے گھر میں آگ لگی ہو۔ کوئی شخص اس کو بجھانے جائے۔ مگر وہ بجائے اس کا شکر گذار ہونے کے اس کو ڈنڈے مارے۔ ان لوگوں نے وساوس کو اسلام سمجھ لیا ہے۔ اسلئے اسلام سے ہزاروں لوگ مرتد ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں پر رحم کر کے اپنے جلال کے اظہار کے لئے ایک مامور کو بھیجا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالا۔ اور اس کو اپنا نائب مقرر کر کے اپنے غلاموں کے لئے صلح کا پیغام بھیجا۔ مگر کیا یہ اندھیر نہیں کہ آقا صلح کرنا چاہتا ہے۔ مگر غلام اس کے مقابلہ میں تلوار اٹھاتے ہیں۔ خدا نے اپنے غلاموں کی خطاؤں سے درگذر کیا۔ اور فرمایا کہ میں تم پر رحم کرتا ہوں۔ میں نہیں

مدد دوں گا۔ مگر یہ غلام خدا کے فرستادہ سے لڑنے لگے۔ ان کی مثال بالکل اس کے مطابق ہے کہ ایک شخص کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہو۔ اور اس کی مدد کے لئے جو شخص آئے۔ اس سے وہ لڑنے لگ جائے ؎

ہمارا تیسرا دشمن نفس ہے

پس یہ دو گروہ ہیں۔ جو ہمارے مخالف ہیں یعنی ایک وہ لوگ جو آریہ عیسائی وغیرہ مذاہب میں شامل ہیں۔ اور دوسرے وہ جو اپنے آپ کو اسلام کے پیرو بتاتے ہیں۔ مگر ہمارا تیسرا دشمن اپنا نفس ہے۔ ہمیں اپنے نفسوں میں اصلاح کرنی ہے۔ اور ان کے عیبوں اور نقصوں کو دور کرنا ہے۔ اور پھر اسلام کے لئے وہ جوش پیدا کرنا ہے۔ جو ہمیں خدمت کے لئے ہر دم تیار اور آمادہ رکھے کئی لوگ ہیں۔ جو احمدی کہلاتے ہیں۔ مگر ابھی ان میں اصلاح کی ضرورت ہے ؎

عیسائیوں کے مبلغ

ہم نے ایک طرف تو عیسائیوں کو مسلمان بنانا ہے۔ جن کے ایک لاکھ مبلغ اسوقت دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ جو بڑی بڑی تنخواہیں پاتے ہیں۔ اور انہوں نے بڑی بڑی علوم کی ڈگریاں پائی ہوئی ہیں۔ یہ ایسے لوگوں کی جماعت ہے۔ جو فلسفہ ادب اور ڈاکٹری کی سندات رکھتے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے الگ ہیں۔ پھر ہمارا ان سے مقابلہ ہے۔ جن کی پشت پر چالیس کروڑ آبادی ہے۔ جنہیں اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت کے لوگ ہیں۔ اور ہمارا اس ساری جماعت کے متعلق ارادہ ہے کہ ہم نے ان کو انشاء اللہ مسلمان بنانا ہے ؎

ہندو قوم کا احساس برتری

پھر ہندو ہیں۔ وہ علم میں۔ دولت میں۔ سیاست میں ہم سے بہت زیادہ ہیں گو۔ حکومت ان کے پاس نہیں۔ سوائے ایسکے کہ چند رجواڑے ہیں۔ مگر ایک بات ان میں ایسی ہے جو عیسائیوں کے مقابلہ سے بھی مشکل ہے۔ اور وہ یہ کہ ان میں قومی برتری کا احساس ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ہم سب سے بہتر ہیں۔ ان کے برتن کو اگر کسی غیر مذہب کے آدمی کا ہاتھ لگ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا برتن بھرشٹ (ناپاک) ہو گیا۔ ایک ہندو جس کے جسم کو نجاست لگی ہوئی ہو۔ اور وہ اسقدر غلیظ ہو۔ کہ پچاس گز دور سے اس سے بدبو آتی ہو۔ وہ ایک مسلمان کو جو نہایت پاک و صاف ہو۔ پلید سمجھیگا۔ اور پسند نہیں کریگا۔ کہ اس کے برتن کو وہ مسلمان ہاتھ لگا دے۔ یہ خیال جو ہندوؤں میں پیدا کیا گیا ہے۔ ایک دیوار ہے۔ جس کا عبور کرنا آسان نہیں۔ اور اس کی وجہ سے ہندوؤں میں تبلیغ ہونے میں روک ہے ؎

ہندوؤں میں منہاج نبوۃ معدوم ہے

علاوہ ازیں ان کے پاس کوئی مستند شہادت نہیں۔ کہ انبیاء سے خدا کا کیا معاملہ ہوتا ہے عیسائیوں کے پاس یہ شہادت ہے۔ اس لئے ہم ان کو بتا سکتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کے پاس اس قسم کی کوئی روایت نہیں۔ اور جو روایات ہیں۔ ان میں پیغمبر کی بجائے اوتار کا مسئلہ ہے۔ کہ خدا کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور پھر وہ جو چاہے کرے ؎

ہندوؤں کی روایات

ان کی روایات بھی عجیب قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً ان کے اوتاروں میں سے ایک نیل کنٹھ ہے۔ جو ایک پرندہ ہے۔ ان کی روایتوں میں آتا ہے کہ نیل کنٹھ ایک ہاتھی کو نگل گیا اور سارے دریا کا پانی پی گیا۔ اور پھر نیل کنٹھ کا نیل کنٹھ پرندہ ہی رہا۔ یہ تو ان کے پرندے اوتار کا حال ہے۔ اور جو آدمی اوتار ہوئے ان کے متعلق تو جو کچھ کہیں کم ہے۔ ایسے لوگوں میں تبلیغ کا کام بہت مشکل ہے۔ وہ اس قسم کے جھوٹے اور بے ہودہ معجزات بنا لیتے ہیں۔ اور ان کو اس قدر ان پر وثوق ہوتا ہے۔ کہ سچے معجزات ان کی نظر میں نہیں آتے۔ اور ان کے لئے ان کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے ؎

مسلمانوں میں جھوٹے قصے

اسی قسم کے ایک مسلمان جو میر محمد اسحٰق صاحب کے رشتہ دار تھے۔ یہاں آئے۔ ان کو میر صاحب نے تبلیغ کی۔ حضرت صاحب کے بعض معجزات سنائے۔ مثلاً حضرت صاحب کے کپڑوں پر جو سرخی کے چھینٹے پڑنے کا معجزہ ہے اس کا ذکر کیا۔ اس نے کہا یہ کیا اولیاء اللہ کے اس سے بڑے معجزات ہیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ مکہ میں جو تربوز بکتے ہیں۔ وہ کہاں سے آتے ہیں۔ مکہ میں تو تربوز پیدا نہیں ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ بدو باہر سے پتھر بھر کر لاتے ہیں۔ اور مکہ میں آکر یہ پتھر تربوز ہو جاتے ہیں۔ یا مثلاً لیکھرام کی پیشگوئی کا معجزہ پیش کیا۔ تو اس نے ایک قصہ یوں سنا دیا۔ کہ ہمارے بزرگ جب عرب سے آئے تھے۔ تو اس طرح آئے کہ جب جدہ سے جہاز تیار ہوا۔ تو وہ اسپر سوار نہ ہوئے۔ اور کہدیا کہ میں ٹھہر کر آتا ہوں۔ جہاز روانہ ہو گیا۔ اور وہ پیچھے رہ گئے۔ مگر وہ اپنی کھڑاؤں پہنکر سمندر پر چلتے ہوئے جہاز سے پہلے بمبئی پہنچ گئے۔ یہ کہتے ہوئے اسے یہ بات بھول گئی۔ کہ بمبئی تو انگریزوں کے وقت کا بسایا ہوا شہر ہے۔ اسوقت کہاں موجود تھا) پھر وہ ایک دم میں پہنچ گئے۔ اور پھر کشمیر میں جامع مسجد میں امام نے کہا۔ کہ بھائیو ٹھہر جاؤ۔ ایک جنازہ ہے۔ لوگ حیران رہ گئے کہ جنازہ کہاں ہے۔ بہر حال لوگ ٹھہر گئے۔ وہ وہاں آئے اور اسی وقت ان کی جان نکل گئی۔ اور ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ غرض ایسے لوگوں میں بوجہ مجہول روایات کا پابند ہونے کے تبلیغ مشکل ہوتی ہے ؎

یہود میں برتری کا خیال

یہی حال یہود کا ہے۔ وہ لوگ بھی اپنے آپ کو تمام دنیا سے افضل جانتے ہیں۔ قرآن کریم میں پڑھ کر دیکھ لو۔ وہ ہر جگہ اپنے نسب پر اور اپنے خاندان پر فخر کرتے۔ اور حضرت اسحٰق ؑ کو تمام برکات کا مورد مانتے اور ان کے سوا سب کو ان برکات سے بے نصیب ٹھہراتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں تعلیم اسلام پھیلانا کوئی معمولی بات نہیں۔

مذہبی زندگی

مگر ہمیں ان میں کام کرنا ہے۔ اور ان میں اسلام کو پھیلانا ہے۔ لیکن ہم باہر کے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم اپنے نفسوں کے حملوں سے محفوظ نہ ہو جائیں۔ اور ہم ایک لمبے عرصہ تک اپنی مذہبی زندگی کا ثبوت نہ دیں۔ یہودی حضرت موسیٰ کی اُمت ہیں۔ ہندو حضرت کرشن کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کی اُمت ہیں۔ زرتشتی حضرت زرتشت کی اُمت ہیں۔ سکھ باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے دنیا پر غلبہ پایا مگر ایک زمانہ کے بعد ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے خدا کو پھر نبی بھیجنا پڑا۔ اسلئے یہ خیال کہ احمدی کہلانے والوں میں کبھی نقص نہ پیدا ہو گا۔ درست نہیں ہاں پہلی جماعتوں کے متعلق یہ ہوا ہے۔ اور ہمارے متعلق بھی یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہماری جماعت ایک بڑے زمانہ تک نقائص سے پاک رہے۔ ورنہ اگر ہماری جماعت

کی حالت خدانخواستہ جلدی خراب ہو جائے۔ اور اس کے افراد کے نفوس میں اصلاح نہ ہو۔ تو پھر سخت ہی افسوس ہوگا۔ اگر جماعت آئندہ زمانہ میں لمبے عرصہ کے بعد خراب ہو تو ہو۔ لیکن کم سے کم سینکڑوں سال تک تو زندہ جماعت اس میں رہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ہمیشہ رہے۔ مگر کسی نے کہا ہے ؎

پھول تو اپنی بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ایسا تو نہ ہو۔ ایک تو وہ جماعتیں تھیں۔ جنھوں نے سینکڑوں سال تک جماعت کو زندہ رکھا۔ مگر ہم ایسے نہ ہوں۔ جن کے متعلق کہا جائے۔ کہ انھوں نے نہ خود کامل زندگی پائی۔ نہ کسی کو کامل زندگی دینے کے لائق ہوئے۔

بس گو کوئی جماعت نہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو۔ ہاں اتنا تو ہونا چاہیئے۔ کہ سینکڑوں سال تک محفوظ ہو جائے۔ مگر اس جماعت پر کتنا افسوس ہوگا۔ جو لاکھوں کروڑوں سال تو الگ رہے۔ سینکڑوں سال تک بھی محفوظ نہ رہے۔

بس ہماری جماعت کا کسی نیکی کے کام میں حصہ لینا اسوقت تک خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس میں کامل زندگی نہ ہو۔ اور سستی دور نہ ہو جائے۔ اور استقلال نظر نہ آئے۔
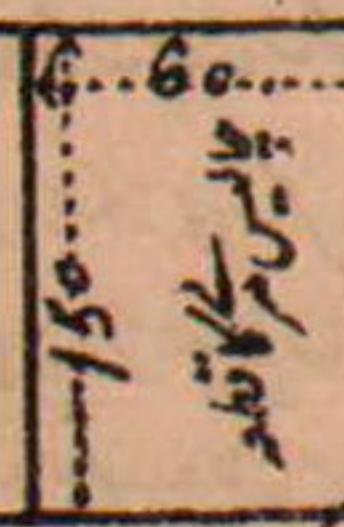
خدا کے نبی زرہ پہنکر نہیں اُتارا کرتے۔

فرض کرو کہ شدھی کا کام رک جائے۔ تو کیا ہم پھر سو جائینگے نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مومن ہتھیار باندھکر اسوقت تک نہیں کھولا کرتا۔ جب تک فتح نہ ہو جائے۔ جنگ احد کے موقعہ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا۔ کہ مخالفین سے کس جگہ مقابلہ کیا جائے۔ اندر سے یا باہر جاکر۔ آپ کا منشا تھا کہ اندر سے مقابلہ کیا جائے مگر وہ لوگ جو بدر کے موقع پر جہاد میں حصہ نہیں لے سکے تھے۔ چاہتے تھے۔ کہ اس موقع پر اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں۔ آپ نے ان کی خاطر یہ بات منظور کر لی۔ ادھر صحابہ کو خیال ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا چونکہ باہر تشریف لیجا کر مقابلہ کا نہ تھا۔ اسلئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرہ پہن کر تشریف لائے۔ تو انھوں نے عرض کی۔ کہ آپ کا جس طرح منشا ہو۔ اسی طرح کیا جائے۔ بہتر ہے کہ اندر ہی سے مقابلہ ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اب وہ وقت گذر گیا خدا کے نبی زرہ پہن کر پھر نہیں اُتارا کرتے۔ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم ہو گیا تھا کہ آپ کا ایک رشتہ دار شہید ہوگا۔ خود آپ کو تکلیف ہوگی مگر آپ نے فرمایا کہ اب زرہ نہیں اُتاری جا سکتی۔ بلکہ اب باہر ہی چلنا ہوگا۔

ہندوؤں میں کام کرنے کے متعلق الٰہی بشارات

بس چونکہ ہم نے بھی ایک کام کا ارادہ کیا ہے۔ اب ہم بھی اس کام سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ نہ سستی سے کام لے سکتے ہیں۔ اب زمانہ آگیا ہے۔ کہ پورے زور سے ہندوؤں میں تبلیغ کریں۔ تاکہ حضرت اقدس مسیح موعود کے الہامات پورے ہوں جو ہندوؤں کے متعلق ہیں۔ جیسے غلام احمد کی جے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان جے کے نعرے نہیں لگایا کرتے۔ اس الہام کا صاف منشا ہے کہ ہندوؤں کی قوم اسلام میں داخل ہوگی۔ اور وہ اسی طرح جس طرح فاتح کے داخلہ پر اس کی جے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ غلام احمد کی جے کا نعرہ لگائیگی کہ یہی انسان ہے۔ جس نے ہمیں یہ دن دکھایا۔ کہ ہم نے برکات اسلام سے حصہ لیا۔

بیشک ملکانوں میں شدھی کا کام رک جائے۔ مگر ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا کام نہیں رک سکتا۔ یہ تو حضرت مسیح موعود کے الہامات کے پورے ہونے کا وقت ہے۔ اور ان کے پورا ہونے کی راہ کھلی ہے۔ بس ہماری جماعت کو اس کام کے کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ جس طرح ہم نے غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کئے ہیں۔ اسی طرح ضرورت ہے۔ کہ ہندوؤں میں تبلیغ کا مستقل کام کیا جائے۔ اور ان کو اسلام میں جذب کیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس راہ میں مشکلات ہیں۔ اور یہ کام سخت ہے۔ مگر جب تک تکالیف اور مشکلات پر غلبہ نہ حاصل کیا جائے۔ اسوقت تک کوئی انعام نہیں مل سکتا۔

قربانیاں کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ

ہمیں چاہیئے کہ ہم خدا کے لئے کام کریں۔ اور خدا میں ہو جائیں۔ تا ہم ہمیشہ کی زندگی پائیں۔ ہمیں ان تمام مشکلات کو دور کرنا ہے۔ تمام دنیا ایک طرف ہے مگر خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر مومن کیسے ڈر سکتا ہے۔ تبلیغ کے کام میں ہم سے پہلے لوگوں نے تلواروں کے سایہ میں بھی سستی نہیں کی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ قسطنطنیہ میں عیسائیوں کی حکومت تھی۔ اور یہ آدھی دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ اور ادھر ایران میں جو حکومت تھی۔ اس کا بھی آدھی دنیا پر اثر تھا۔ اسوقت مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے لیکن مسلمان تلواروں کے مقابلہ میں نہیں ڈرتے تھے۔ تو کیا آج ہم دشمن کی زبان اور اس کے روپیہ سے ڈر سکتے ہیں۔ بس ہمیں اس کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ اور ہر ایک قربانی جس کی ضرورت ہو۔ اس کے لئے آمادہ ہونا چاہیئے۔

خدا کے انعامات اور ہماری قربانیاں۔

یاد رکھو۔ قربانیاں کرنے سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ کوئی قربانی ان انعامات سے جو ملنے والے ہیں۔ بڑی نہیں۔ مگر اب تک بھی جو انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ وہ بھی اتنا بڑا ہے۔ کہ محض اس کے لئے بھی ہم بڑی سے بڑی قربانیاں کریں۔ تو تھوڑی ہیں۔ کیا یہ انعام کم ہے کہ ہمارے آقا اور رب نے ہمیں یاد فرمایا ہے۔ اور ہمارا آقا اور پیارا ہم سے محبت کی بات کہتا ہے۔ اور ہمیں یاد کرتا ہے مومن کی نظر میں جنت کی کوئی قیمت نہیں۔ وہ خدا کی نگاہ مہر کو ہی جنت سمجھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے آقا رب العالمین نے ہمارے لئے اپنے ایک مامور کو بھیجا کہ اے میرے بندو تم میری طرف آؤ۔ کیوں بھٹکتے پھرتے ہو۔ اس کی یہ مہربانی ہی کم نہیں۔ مگر اسکے آئندہ رحم وفضل کرنیکے وعدے انسان کو اپنی محبت میں غرق کر دیتے ہیں۔ کہ ہم ایسے پیارے اور معشوق کیلئے کیا کر سکتے ہیں۔ ایک شاعر نے شعر کہا ہے۔ غالباً اس نے بھی خدا ہی کیلئے کہا ہے۔ اور بہت ہی قابل قدر شعر ہے ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کہ اللہ تعالیٰ نے جان دی ہے۔ اور میں نے اسکی راہ میں جان دیدی۔ لیکن یہ کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ کیونکہ یہ جان میری نہ تھی۔ بلکہ اسی کی دی ہوئی تھی۔ اسلئے میرا جان دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کے جو ہم پہ احسانات ہیں ان کے مقابلہ میں ہماری قربانیاں جو ہم اب تک کر چکے ہیں۔ اور آئندہ جو کرینگے کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اس کا یہی ایک انعام ایسا ہے کہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنا کلام نازل کیا کہ اے میرے بندو میری طرف آؤ یہ اس کی ایک ادا اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ بس ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس فرض کو سمجھنا چاہیئے۔ اور خدا کیلئے میدان عمل میں کود پڑنا چاہیئے۔ اور اس بات کو خدا پر چھوڑ دینا

(بقیہ صفحہ ۲)

درحقیقت اس وقت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ حفاظت اسلام میں کسی قسم سے دریغ نہ کریں اور مخالفین کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں۔ ہم احمدی جماعت کی اس تجویز کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے دیکھینگے۔ کہ میدان عمل میں کون اترتا ہے۔

اور کون بیہودہ لاف وگزاف سے کام لیتا ہے ایک ہندو بھائی کا قول ہے کہ خواہ وہ ہندو ہو۔ یا مسلمان عیسائی ہو یا کوئی اور جسمیں اپنے مذہب کی ترقی کا احساس نہ ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے یہ امید کیجاتی ہے کہ ایڈیٹر صاحب اہلحدیث جنہوں نے شیر پنجاب کا خطاب حاصل کیا ہوا ہے خطاب دینے والے لوگ اس قدر قلیل رقم اہلحدیث کو منٹوں میں جمع کر دیگی۔ اور مبلغ بھی اہلحدیث حلقہ سے جوق جوق امرتسر میں جمع ہو جائینگے۔ اسی لائن میں جمعیتہ العلماء کے عہدہ دار بھی تقریباً اسقدر ہیں۔ جسقدر مطالبہ کیا گیا ہے۔ وہ اس تبلیغ کے کام کیواسطے میدان میں فوراً اتر پڑینگے۔ شیعوں میں پانچ لاکھ روپیہ صرف ایک شخص وقف ناصریہ لاہور کا متولی ہی دے سکتا ہے جسکے پاس خیال کیا جاتا ہے کہ آج تقریباً ساڑھے تیرہ لاکھ روپیہ نقد بحیثیت وقف کا جمع امانت ہے۔ امید ہے کہ وہ اس نازک موقع پر اس قلیل رقم کو دینے سے دریغ نہ کرینگے۔

حنفی صاحبان کے سامنے تو یہ مطالبہ کوئی چیز نہیں ہے۔ جو حفاظت اسلام کیواسطے ترکوں تک کو کوئی جہاز اور ذوالفقار بناکر ان کی سلطنتوں تک ایسے کاموں میں امداد دینے کا دعویدار ہیں۔ وہ اپنے گھر کی حفاظت اسلام کیواسطے جو کچھ بھی کر گذریں وہ تھوڑا ہے۔ مسٹر گاندھی کی تحریک میں سیٹھ چھوٹانی نے ایک اخبار کے ایڈیٹر کو صرف قید ہو جانے کیواسطے (۱۵۰۰۰) روپیہ دیدیا تھا۔ وہ اس کام میں ضرور دریا دلی سے کام لینگے۔ اور ایسے کئی لوگ ان میں موجود ہیں۔ صرف خلافت فنڈ کا ہی روپیہ لیکر دیانتداری سے دیدیا جائے۔ تو اس کام میں کافی ہوگا۔ امید تو یہ ہے کہ ترک بھی اس کام میں ہندوستانیوں کا ضرور ہاتھ بٹاکر ثواب آخرت حاصل کریں گے۔ ہندوستانی مسلمان ان کے اڑے وقت میں کام آتے رہے ہیں۔ ممکن ہے اسطرف خلیفۃ المسلمین کا جھنڈا اسی کام کے پورا کرنے کے واسطے ہندوستان میں آیا ہو۔"

جماعت احمدیہ کی برقت پیش قدمی

معاصر زمیندار (۱۲ مارچ) رقمطراز ہے۔

"ہمارے قادیانی بھائی اور شیعہ بھائی مستحق تہنیت و تبریک ہیں۔ کہ لاہور سے [illegible] اس نازہ خطرے اور مصیبت کی روک تھام کیلئے [illegible] دوسرے بھائیوں کے ساتھ ہر وقت پیش پیش [illegible]"

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس شیخ محمد حسین صاحب پی سی ایس سب جج درجہ دوم تحصیل زیرہ

مقدمہ نمبر ۶۸۶ بابت ۱۹۲۲ء

رام بخش ولد پنجاب سنگھ ذات کھتری ساکن دھرم کوٹ مدعی

بنام

جیوٹن ولد کاہنا ذات جٹ ساکن جوگہ خورد تحصیل زیرہ وپنجاب سنگھ ولد دیوا سنگھ ذات کھتری ساکن دھرم کوٹ تحصیل زیرہ ترینی مدعا علیہ

دعوے دلا پانے مبلغ مابعہ اصل و سود بر دستک

ہرگاہ بمقدمہ مندرجہ صدر بدرخواست و بیان حلفی مدعی سے پایا جاتا ہے کہ مسمی جیون مدعا علیہ نمبر ا دیدہ دانستہ تعمیل سمن و حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے۔ لہذا اس کو بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی اطلاع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۹۲۳ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ کرے۔ بصورت عدم حاضری کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ آج بتاریخ ۱۲ ماہ مارچ ۱۹۲۳ء بثبت میرے دستخط و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔ دستخط افسر بخط انگریزی

(مہر عدالت)

باجلاس جناب سب جج بہادر میلسی

ڈوگر رام مدعی

بنام

دوکان بھوجہ رام گوپالداس مدعا علیہ

دعوے مابعہ روپیہ

بنام دکان بھوجہ رام گوپال داس واقعہ پاکپٹن بذریعہ جمن داس سکنہ پاکپٹن ضلع منٹگمری

بمقدمہ بالا رپورٹ ناظر سے پایا جاتا ہے کہ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو۔ لہذا تم کو بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ بتاریخ ۱۲ اپریل ۲۳ء حاضر آکر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ خلاف تمہارے عمل یکطرفہ ظہور میں آئیگا۔ ۱۳ مارچ ۲۳ء

دستخط افسر بخط انگریزی

(مہر عدالت)

باجلاس صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر سیالکوٹ

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

فتو ولد کاہنا نرکھان سکنہ نکو سرائے تحصیل بٹالہ اپیلانٹ

بنام

گوہر وغیرہ

اپیل بنا راضگی منصف صاحب بٹالہ ۱۴ جولائی ۲۲ء مقدمہ بالا میں تاریخ پیشی ۴ جولائی ۲۳ء مقرر ہے۔ بھولا ولد خوشی رام پھنول ولد امیرا موتی ولد دتو اقوام لوہار ساکنان نکو سرائے تحصیل بٹالہ رسپانڈنٹان دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا ان کے نام بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر نام بردگان تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہذا ہو کر اصالتاً یا وکالتاً پیروی مقدمہ نہ کریں گے۔ تو کارروائی ان پر خلاف یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ۱۳ مارچ ۲۳ء

دستخط افسر بخط انگریزی

(مہر عدالت)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

ایک کروڑ مسلمان ارتداد کی چوکھٹ پر

امام جماعت احمدیہ کی طرف سے پیغام اتحاد

میں اپنے اشتہار بعنوان "ساڑھے چار لاکھ مسلمان ارتداد کیلئے تیار ہیں" اس بات کا اعلان کر چکا ہوں کہ ملکانوں اور دیگر اقوام جاٹ گوجر وغیرہ کے ارتداد کے فتنہ کے روکنے کیلئے احمدی جماعت ہر ایک قربانی کرنے کیلئے تیار ہے۔ اور یہ بھی وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر مختلف فرقہ جات سنی شیعہ اہلحدیث اپنے فرض کو اور کام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے مال اور اپنی تعداد کے تناسب سے اس کار خیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہوں تو میں بھی اپنی جماعت کی طرف سے تیس مبلغ اور پچاس ہزار روپیہ اس کام کے لئے مہیا کرنے کا وعدہ کرتا ہوں ۔

فتنہ ارتداد کو روکنے کیلئے عملی کارروائی

آج میں اس اشتہار کے ذریعہ سے تمام ان لوگوں کو جو اس کام سے دلچسپی رکھتے ہیں مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے اس وعدہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے میں نے عملی کارروائی شروع کر دی ہے۔ اور سر دست میں نے اپنی جماعت سے ڈیڑھ سو آدمی مانگے ہیں جو تین ماہ کیلئے فتنہ ارتداد کے روکنے کے لئے اپنی جانیں وقف کریں باوجود اس کے کہ میری شرائط وقف کنندگان کے لئے نہایت سخت تھیں میں خوشی سے اظہار کرتا ہوں کہ میرے اعلان کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر ایک سو ساٹھ آدمی کی درخواستیں میرے پاس پہنچ چکی ہیں۔ اور چونکہ بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کام اس سے بھی زیادہ سخت ہے جو سمجھا گیا تھا اور موقع اس سے بھی زیادہ نازک ہے جو پہلے خیال کیا گیا تھا اور چونکہ یہ درخواستیں جو میرے پاس پہنچی ہیں انہیں سے اکثر یعنی ایک سو چالیس ۱۴۰ صرف قادیان کی ہی ہیں۔ اور بیرونی جماعتوں کو بوجہ دیر سے خبر ملنے کے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کا موقع نہیں ملا جس سے انکے دلوں کو صدمہ پہنچیگا۔ اسلئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ڈیڑھ سو کی تعداد کو بڑھا کر میں تین سو آدمی کا مطالبہ کروں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ یہ مطالبہ ایک دو ہفتہ میں ہی پورا ہو جائیگا ۔

احمدی مبلغین کیلئے شرائط

یہ لوگ جو تین ماہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرتے ہیں ان کیلئے میں نے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں۔ اور انہیں سے ہر ایک ان شرطوں کے ماتحت اپنے آپ کو وقف کر رہا ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں :

(۱) وہ آمد و رفت کا کرایہ خود دینگے (۲) وہ ان تین ماہ میں جنہیں تبلیغ کا کام کرینگے اپنے کھانے پینے کا بھی خرچ خود برداشت کرینگے (۳) اس زمانہ کارکردگی میں

اپنے اہل و عیال کے اخراجات کیلئے بھی کسی قسم کی مدد کے طلبگار نہیں ہونگے (۴) اپنے افسر کی بالکل ایسے ہی طریق پر کرینگے جیسے کہ فوجی سپاہی اپنے افسر کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ خواہ کیسا ہی مشکل کام ان کے سپرد ہو اور خواہ کیسی ہی سختی کا معاملہ ان سے کیا جائے وہ اُسکی پروا نہیں کرینگے (۵) وہ پیدل چلینگے بھوکے رہینگے ننگے پاؤں چلینگے جنگلوں میں سوئینگے اور اپنے مخالفوں کے مظالم سہنے کیلئے ہر طرح تیار ہونگے ۔ ان شرطوں کے قبول کرنیوالے لوگ ہی صرف اس کام کیلئے مفید ہو سکتے ہیں اور میرے نزدیک دوسرے فرقوں کو بھی چاہیئے کہ ایسے ہی آدمی مہیا کرنیکی کوشش کریں ورنہ جو لوگ بہ نیت حصول ملازمت اس کام کیلئے لگے ہیں وہ چنداں مفید نہ ہونگے۔ ہمارے وفد میں تنخواہ دار لوگ صرف وہی ہونگے جو مستقل طور پر وہاں رہینگے ایسے لوگ جو کہ ایک لمبے عرصہ تک وہاں رکھے جائینگے اُن سے اپنا خرچ برداشت کرنیکی شرط نہیں لگیگی کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا پورا کرنا ان کیلئے ناممکن ہے مگر یہ تنخواہ بھی بالکل نام کی تنخواہ ہے مثلاً تین کو پچیس [?] جو گھر بار والے ہیں۔ بن بیاہے انہیں وہ صرف تیس تیس روپے ماہوار پر کام کرتے ہیں ۔

وہ لوگ جو کام کرینگے

وہ لوگ جنکی درخواستیں اسوقت تک میرے پاس آچکی ہیں ہر طبقہ کے ہیں۔ انمیں دو درجن کے قریب مولوی ہیں جاگیردار بھی ہیں۔ بیرسٹر بھی ہیں پلیڈر بھی ہیں۔ دو ایم اے اور ایک درجن سے زیادہ گریجوایٹ ہیں۔ کچھ لوگ سنسکرت کے واقف ہیں۔ ایڈیٹران اخبار ہیں۔ تاجر ہیں۔ زمیندار ہیں۔ سرکاری ملازم ہیں۔ غرض ہر قسم کے لوگوں پر یہ جماعت مشتمل ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ یہ لوگ جو اس طرح قربانی کر کے اپنے گھروں سے نکلینگے نہایت اخلاص اور سچائی سے کام کرینگے۔ اور ان کا اخلاص دوسرے لوگوں کے دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہیگا۔ اس جماعت سے اکیس ۲۱ آدمی اس کام کیلئے میں روانہ کر چکا ہوں۔ اور دو آدمی براہ راست اس وفد کے ساتھ جا کر شامل ہو چکے ہیں گویا اسوقت تیئیس ۲۳ آدمی* اس ہماری جماعت کی طرف سے اس میدان مقابلہ میں کام کر رہے ہیں۔ چند دن تک انشاء اللہ چالیس یا پچاس آدمی اور روانہ کیا جائیگا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔

فراہمی چندہ کا سوال

روپیہ کے متعلق بھی میں نے محدود ست قادیان کی جماعت میں تحریک کر دی ہے۔ اور یہاں کا چندہ کسی قدر باہر کے چندہ سے ملا کر جو بلا تحریک آیا ہے ساڑھے چار ہزار تک پہنچ گیا ہے۔ چونکہ مارچ کے آخر اور اپریل کے اول ایام میں ہماری جماعت کی مجلس شوریٰ ہوگی۔ میں نے عام چندہ کی اپیل کو اسوقت تک کیلئے ملتوی رکھا ہے۔ تاکہ یہ معلوم کروں کہ آیا ایک ایک سو کی رقم ڈالکر ذی استطاعت لوگوں سے یہ چندہ وصول کرنا زیادہ مناسب ہوگا یا یہ کہ عام جماعت میں تحریک کی جائے۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپریل میں ایک معقول رقم اس کام کیلئے ہم لوگ جمع کر لینگے ۔

غفلت کا موقع نہیں

ان واقعات کے لکھنے کے بعد میں ان تمام لوگوں کو جو اس کام سے دلچسپی رکھتے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ سستی کا وقت نہیں۔ جہانتک ہو سکے۔ جلد کام کیلئے نکلیں کہ اسوقت کی غفلت صدیوں تک خون کے آنسو رلائیگی۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ مسلمانوں کو خدانخواستہ سارے ہندوستان میں یا اسکے بعض حصوں میں سپین والا روز بد دیکھنا نصیب ہو ۔

برادران وطن کے ارادے ظاہر ہیں وہ اس امر کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں جائز و ناجائز طریقوں کو استعمال کر کے ایک ہی مذہب قائم رکھا جائے۔ اور وہ ہندو دھرم ہو۔ مسلمان اخبارات اس حالت کو دیکھ کر شور مچا رہے ہیں لیکن عملی کارروائی ابتک کوئی نہیں کرتا۔ جہانتک اخبارات سے معلوم ہوتا ہے سارے ہندوستان کا چندہ بلکہ آریوں کی قلیل جماعت کے چندہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ بلکہ بغیر تحریک کے احمدی جماعت میں جس قدر چندہ ہو گیا ہے اس کے برابر بھی دوسرے لوگوں کا چندہ نہیں ہوا۔ یہی حال مبلغوں کا ہے۔ شدھی کا شور سنتے ہی سینکڑوں لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے اب سب پراگندہ ہو چکے ہیں۔ چند ایک آدمی قوم کی اشک شوئی کیلئے وہاں موجود ہیں

سانڈھن کی پنچایت اور مسلمان

سانڈھن کی پنچایت ایک مبارک تحریک تھی۔ اور اس کا فوری نتیجہ راجپوتوں پر بہت اچھا ہوا۔ مگر جبکہ اس پنچایت کے اثر سے شدھی کی تیز رو میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اس سے تین خطرناک نتیجے بھی پیدا ہو گئے ہیں (۱) بہت سے لوگ اس کانفرنس کا حال پڑھکر سست ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس میں شامل ہونیوالے بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ وہ سب کچھ کر چکے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ شدھی سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی جاری ہے اور اس کا مادہ اسی طرح موجود ہے۔ پھر خالی تکلیف [?] سہلا دینے سے مرض کس طرح دور ہو سکتی تھی۔ جو لوگ واپس ہو گئے تھے انہیں سے بھی بعض واپس ہونے سے انکاری ہیں۔ اور پھر جنیو پہننے پر مصر ہیں (۲) کام کرنیوالے لوگوں میں آپس میں اختلاف ہو گیا ہے۔ صدارت اور پریذیڈنٹی کا جھگڑا ایک لاینحل عقدہ بن گیا ہے۔ نام و نمود کا سوال بلائے بے درمان کی طرح پیچھے پڑ رہا ہے۔ انجمن نمائندگان سے بعض انجمنیں جدا ہو چکی ہیں۔ اور بعض کو خود انہوں نے اپنے میں سے الگ کر دیا (۳) آریہ لوگ ہوشیار ہو گئے ہیں کہ ابھی ملکانہ قوم میں ایک عنصر ایسا موجود ہے۔ جو اس تحریک سے پورا متاثر نہیں اسلئے انکی کوششیں پھر زیر سطح چلی گئی ہیں۔ اور اخفاء کی چادر انھوں نے اوڑھ لی ہے۔ نہ وہ اسقدر نمائش سے کام کرتے ہیں نہ شدھی کا پورا حال بتاتے ہیں جس طرح پہلے کرتے تھے لیکن انکی کوششیں آگے سے بھی زیادہ ہو گئی ہیں۔ اور وہ اس کام کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ کرنے کی فکر میں ہیں۔ انھوں نے اس مقصد کی تکمیل کیلئے کل ہندو فرقوں میں اتحاد پیدا کرنے کا سوال نہایت زور سے اُٹھا دیا ہے۔ اور اس تحریک سے ممکن سے ممکن فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ سناتنی جینی بدھ آریہ وغیرہ کسی فرق کا سوال ان کے نزدیک نہیں رہا صرف ایک سوال ہی ہے کہ جو کچھ چاہو مانو مگر یہ لوگ ہندو کہلانے لگیں ۔

خطرناک سوال

مسلمانوں میں یہ خطرناک سوال بھی اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ یہ لوگ بنیں گے کیا۔ سنی بنینگے۔ شیعہ بنیں گے چکڑالوی بنیں گے۔ احمدی بنیں گے۔ آخر کیا بنیں گے؟ مگر آہ کوئی نہیں سوچتا کہ جب تک ان جھگڑوں کا فیصلہ ہوتا رہیگا۔ اس وقت تک یہ قابل رحم لوگ جن پر مسلمانوں کے دست تغافل سے پہلے ہی بہت کچھ ظلم ہو چکا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے اور قرآن کریم کی ہتک کرنے والے اور خدائے واحد کے نام پر ہنسی اڑانے والے بن جائیں گے۔ کیا ان کے لئے اس قدر کافی نہیں۔ کہ وہ مسلم کہلائینگے۔ اور مالک ارض و سما کی عبودیت کا دم بھرینگے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار کرینگے احمدی۔ حنفی۔ اہل حدیث۔ شیعہ۔ چکڑالوی۔ نیچری۔ جو کچھ بنیں گے اس سے اچھے رہیں گے۔ جو وہ اب بن رہے ہیں۔ اور جو کچھ وہ بن جائیں گے۔ اگر جلد ان جھگڑوں کو بالائے طاق نہ رکھدیا گیا۔

متحدہ اغراض کیلئے اتفاق کرلو

مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ ابتک بھی مسلمان اختلاف کے ہوتے ہوئے اتحاد کے مسئلہ کو نہیں سمجھے۔ میں نے خلافت کے اختلاف کے وقت بڑے زور سے توجہ دلائی تھی۔ کہ ایک حد تک اختلاف کی موجودگی میں بھی متحدہ اغراض کے لئے اتفاق ہو سکتا ہے۔ اس وقت میری نہ مانی آخر شیعہ۔ احمدی۔ آغاخانی اور اور کئی فرقہ اس تحریک سے الگ رہے۔ اور بعد میں سب کو ماننا پڑا کہ حد سے بڑھا ہوا جوش درحقیقت شیرازہ کو برباد کرنے والا تھا۔ مگر اب اس معاملہ میں پھر وہی سوال پیدا ہو رہا ہے۔ مگر شکر ہے۔ کہ اس وقت صرف محدود دائرہ اس مرض میں مبتلا ہے۔ کثرت سے لوگ جو اسلام کا درد دل میں رکھتے ہیں۔ اس امر کو سمجھ چکے ہیں۔ اور چاروں طرف سے میں آوازیں سنتا ہوں۔ کہ اس وقت ایک غرض پر سب کو اکٹھا ہو جانا چاہیئے۔

بعض راجپوت ہماری جماعت سے اپیل کر رہے ہیں۔ کہ خواہ کچھ بنا لو مگر آریہ ہونے سے ان لوگوں کو بچا لو۔ یہ آوازیں ان لوگوں کے دل سے نکل رہی ہیں۔ جو دل میں اخلاص اور تڑپ رکھتے ہیں۔

مجلس لاہور کی کارروائی

لاہور میں ابھی ایک مجلس اس غرض کے لئے انجمن حمایت اسلام کی طرف سے منعقد ہوئی ہے۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے مجھے بھی بلوایا تھا۔ مگر ان کی کوئی چٹھی مجھے نہیں ملی۔ اس انجمن میں ایک ریزولیوشن یہ پاس کیا گیا ہے۔ کہ جو دوسروں کو کافر کہیں۔ وہ اس انجمن میں داخل نہ ہو سکینگے۔ مجھے حیرت ہے کہ اس وقت تو یہ سوال تھا۔ کہ جو لوگ مل کر کام نہ کرنا چاہتے ہوں۔ ان کو کس طرح ساتھ ملایا جائے۔ نہ کہ کن کن لوگوں کو ہم ساتھ ملائینگے۔ جس کام کی ابتدا یہ ہے۔ اس کی انتہا کیا ہو گی۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ اس انجمن میں پھر ممبر کون ہوگا۔ کیا سنی علماء اس کے ممبر ہوں گے۔ وہ تو سب کے سب احمدیوں کو کافر کہتے ہیں ابھی جمعیۃ العلماء کی طرف سے ایک فتویٰ احمدیوں کے کفر کی نسبت شائع ہوا ہے۔ لاہوری احمدی جماعت کے ایک ممبر کی نسبت سنا گیا ہے۔ کہ اس کی یہ تحریک تھی۔ مگر کیا وہ اس کے ممبر ہو سکتے ہیں۔ ان کا یہ فتویٰ ہے۔ کہ جو لوگ حضرت مسیح موعود کو اور احمدی جماعت کو کافر کہتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اور چونکہ اہل سنت علماء نے ایسا فتویٰ دیا ہے۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے رو سے کم سے کم ایسے علماء اور ان کے متبع کافر ہوئے۔ پھر ایک مولوی نے دوسرے مولوی پر کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے۔ پس یا تو یہ شرط صرف چند جماعتوں کو الگ کرنے کے لئے اور فتنہ ڈلوانے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ یا پھر اگر دیانت داری سے اس پر عمل کیا گیا۔ تو اس شرط کے ماتحت اس نوزائیدہ انجمن کا ہی خاتمہ ہو جائیگا۔ اور سب کام اس ایک شرط کی تعمیل میں قربان کر دیا جائیگا۔

اسلام کا درد رکھنے والوں سے خطاب

غرض کام کو جس ڈھب پر چلایا جا رہا ہے۔ وہ نہایت مضر ہے۔ اور آنے والے خطرہ کو محسوس کر کے میں پھر ایک دفعہ سب اسلام کا درد رکھنے والوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ ان مخمصوں میں نہ پڑو۔ وقت کو ضائع ہونے سے بچاؤ۔ ورنہ پھر پچھتاؤ گے۔ میں نے آپ لوگوں کو ہجرت کے متعلق مشورہ دیا۔ آپ نے نہ مانا۔ اور مجھے اپنا دشمن خیال کیا۔ مگر بعد میں پچھتانا پڑا۔ میں نے کالجوں وغیرہ کے بائیکاٹ سے منع کیا۔ آپ نے اسے بے غیرتی خیال کیا۔ آخر اس تحریک کو نقصان اٹھا کر چھوڑنا پڑا۔ میں نے غیر ممالک میں وفد بھیجنے کی تجویز بتائی اس کو آپ نے نہ مانا۔ آخر اس کا نقصان اٹھانا پڑا۔ میں نے حکومت ترکیہ کی حفاظت کی تحریک کا لیڈر مسٹر گاندھی کو بنانے سے منع کیا۔ اور سمجھایا کہ اس میں اسلام کی ہتک ہے۔ اور یہ کہ اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندو آپ کو کھا جائینگے۔ آپ نے اس کو نہ مانا۔ اب آپ اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں۔ ہر موقع پر آپ نے مجھے اور احمدیہ جماعت کو اپنا دشمن خیال کیا۔ اور اپنی ترقی پر حاسد سمجھا۔ مگر اے عزیزو اور اے قوم کے رئیسو! میں آپ لوگوں کا دشمن نہیں ہوں۔ خدا کی قسم آپ کا درد میرے دل میں ہے۔ اور آپ کی محبت میرے سینہ میں۔ آپ لوگوں کی ہمدردی سے میں بے تاب ہوں۔ ورنہ ایسے پرخطر اوقات میں سب دنیا کو اپنا دشمن بنا لینے کی مجھے کیا ضرورت تھی۔ میں آپ کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں پھر اخلاص اور محبت سے کہتا ہوں۔ کہ متفقہ طور پر اس فتنہ کے دور کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس وقت

* نوٹ: ایک تار چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے کا میرے پاس آیا ہے۔ کہ فوراً [illegible] اور [illegible] کیلئے جاویں۔ اس پر [illegible] ... [illegible] جانے کیلئے تیار ہوں ... اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک [illegible]

یہ سوال جانے دیں۔ کہ جو راجپوت لوگ بچ جائیں یا جو ہندو مسلمان ہوں وہ آپ کو کیا کہینگے۔ اس وقت ایک سوال مدنظر رکھیں کہ وہ خدا اور اس کے رسول کو کیا کہینگے۔ یہی وقت آزمایش ہے۔ اس وقت ذاتی عداوتوں کو اس محبوب کے لئے قربان کردو۔ جو آپ کا تو باپ ہی تھا۔ کافروں کی نسبت بھی اس کے دل میں یہ درد تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

ہم مل کر کام کرنے کیلئے تیار ہیں

اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ مختلف فرقوں کے رؤسا نہ معلوم کب اس اہمیت کو سمجھیں۔ اور کب اس کے لئے کوئی عملی صورت پیدا کریں۔ میں اپنی طرف سے پیشقدمی کرتا ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں کہ ہم اس کام کے لئے ہر ایک اس شخص سے ملکر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اور قرآن کریم کو مانتا ہے۔ ہمارا باقاعدہ کام شروع ہے۔ اور ایک تفصیلی نظام کے ماتحت اس کو پھیلایا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کے ماتحت جو اوپر بنائی گئی ہیں۔ ہمارے ساتھ ملکر کام کرنے کے لئے تیار ہو۔ تو ہم اس کو ساتھ ملانے کے لئے تیار ہیں۔ اس وقت کسی سنی سے تو مباحثہ ہونے کا نہیں۔ کہ شیعہ شیعیت کے متعلق وعظ کریگا۔ نہ کسی غیر احمدی سے مقابلہ ہے کہ ایک احمدی وہاں وفات مسیح پر لیکچر دیگا۔ ہاں بعض سوال ایسے آجاتے ہیں کہ جہاں انسان کو اپنے خیالات کا اظہار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ آریوں سے بحث میں کسی اسلامی عقیدہ کی تشریح کرنی پڑتی ہے۔ یا ان کے کسی اعتراض کو رد کرنا ہو۔ تو اس وقت ہر شخص بے شک اپنے عقیدہ کا ہی اظہار کریگا۔ اور اس کو اس سے روکنا گویا بد دیانتی سکھانا ہے۔ پس ہم اس سے ہرگز نہیں روکینگے۔ اگر ایک شیعہ ان کو شیعہ بنادے یا ایک اہل قرآن ان کو اپنا ہم عقیدہ بنادے تو ہم ہرگز اس سے اس کو منع نہیں کریں گے۔ یا ایک حنفی یا اہل حدیث حنفیوں یا اہل حدیث کے خیالات کا اظہار ایسے مواقع پر کرے تو اسے ہرگز برا نہیں منائینگے۔ صرف ضرورت اس امر کی ہوگی کہ محدود حلقوں میں انتظام کے ماتحت اپنے جوش کو قابو میں رکھتے ہوئے اخلاص اور ایثار کے ساتھ کام کریں۔ اور جو شخص اس طرح کام کرنے کے لئے تیار ہو ہمارا مرکزی نظام اس کی ہر ایک قسم کی مدد کریگا۔

ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے والے تیار ہو جائیں

صرف ان شرائط کی پابندی ان سے چاہی جائیگی جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ اور جو احمدیوں کے لئے بھی رکھی گئی ہیں۔ اور جو کسی عقیدہ کے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ مالی اور انتظامی ہیں اور ہر عقلمند تسلیم کریگا۔ کہ کام کی بہتری کے لئے ضروری ہیں۔ ہر ایک جو اس طرح کام کرنے کے لئے تیار ہے۔ چاہیئے کہ مجھے اطلاع دے۔ اور یہ بھی بتائے کہ کس حد تک ہی میں وہ کام کرنے کے لئے تیار ہے۔ تا مناسب ہدایات سے اس کو مطلع کیا جائے۔

اے عزیزو! یہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھنے کا وقت نہیں۔ اپنی غفلت کو چھوڑ دو۔ اسلام کے احسانات کو یاد کرو۔ اور اپنے مال اور اپنی جان کو اس خطرہ کے دور کرنے کے لئے خرچ کرو کہ نہ یہ مال انسان کے کام آتا ہے۔ نہ یہ جان کام آتی ہے۔ کام صرف وہ قربانی آتی ہے۔ جو انسان محض اللہ کیلئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے کرتا ہے۔ وہی اس دنیا میں کام آتی ہے اور وہی اگلے جہان میں۔ میں نے اپنی طرف سے اتحاد کا پیغام دیدیا ہے اب اس کا قبول کرنا یا رد کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔

رؤسا اور لیڈروں سے خطاب

اے مختلف اقوام کے رؤسا اور لیڈرو میں آپ کو بھی ہوشیار کرتا ہوں۔ کہ اس وقت لوگوں میں بیداری کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ نے پیشقدمی نہ کی۔ تو آپ یاد رکھیں کہ لوگ آپ کا زیادہ انتظار نہیں کریں گے۔ آپ کو اپنے مقام چھوڑنے پڑینگے۔ اور دل میں درد رکھنے والے لوگ اپنے ایثار کا بار ان لوگوں کے سامنے لاکر ڈالدینگے۔ جو درحقیقت اس کام کے اہل ہیں۔ اور جو اسلام کو ہر ایک چیز سے زیادہ پیار کرتے اور ہر ایک چیز اس پر قربان کرتے۔ اور قربان کرنے کے لئے تیار رہتے اور اسی میں لذت اور سرور پاتے ہیں۔

ہمارا ارادہ

میں اسی اعلان کے ذریعہ سے اپنے فرض کو ادا کرچکا ہوں۔ اب کوئی خواہ اس پیغام کو قبول کرے یا رد۔ متحدہ کوشش سے کام کرے۔ یا تفرقہ سے کام کو بگاڑے۔ ہر قسم کی مدد کے لئے آگے بڑھے یا بزدلی یا بخل سے پیچھے ہٹ جائے۔ دین کو مقدم کرے یا دنیا کو۔ خدا کی رضا کو چاہے۔ یا اپنے نفس کے آرام کو ہم تو اسی کام کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اسی کام میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ خدا پر ہمارا توکل ہے۔ اور اس کی ذات پر ہمارا بھروسہ۔ ہندو قوم کیا چیز ہے اگر سب دنیا بھی پیغام اسلام کے پہنچانے میں ہمارے راستہ میں روک ہوگی تو ہم اس کے فضل پر بھروسہ کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں نہیں چھوڑیگا۔ اور ہلاک نہیں ہونے دیگا۔ بلکہ مدد کریگا۔ اور اپنے فضل کو ہمارے لئے نازل کریگا۔ اور یہی چیز ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور جس کے بعد ہر ایک چیز حقیر ہو جاتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان

۲۳ مارچ ۱۹۲۳ء

ضیاء الاسلام پریس قادیان